کتابت: اصغر حسن

جلد نمبر ۲ — شمارہ نمبر ۶ — ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ — مارچ ۱۹۶۷ء

زرِ سالانہ چھ روپے — فی پرچہ ۵۰ پیسے — غیر ممالک سالانہ ۱۲ شلنگ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ طابع و ناشر نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر
دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

"قادیانیت" مسلمانوں کے لئے ایک ایسا شجرۂ خبیثہ ہے جسکی جڑیں کبھی بھی عقل و دانش کی زمین میں جگہ نہیں پکڑ سکیں لیکن دجل و تلبیس، ملمع سازی اور فریب کے بل بوتے پہ اسکی شاخیں کبھی کبھی پھیلنے لگتی ہیں اور خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ دینِ قیّم کے صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کیلئے یہ خاردار جھاڑیاں اور کانٹے راہِ حق سے بھٹکنے کا ذریعہ بن جائیں۔ چند دنوں سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام (بآبا ئنا ھو وارواحنا) سے بغاوت اور ملّتِ محمدیہ کو اپنے مرکز سے ہٹانے کی یہ تحریک ایک بار پھر پر پرزے نکال رہی ہے، اسکی سرگرمیاں ملک و بیرونِ ملک میں تیز تر ہو گئی ہیں۔ اس انگریزی نبوت کا ذبہ کا پرچار پمفلٹوں، کتابچوں، اور رسائل کے ذریعہ کیا جا رہا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ، دینی ادارے، اہم شخصیات اور تعلیمی مراکز اس لٹریچر کا خاص نشانہ ہیں۔ خود ہمارے ہاں پچھلے دو ایک ہفتوں میں اس قسم کے چالیس پچاس رسائل اور پمفلٹ موصول ہوئے جو اوّل سے آخر تک اس جھوٹی نبوت کی تبلیغ اور بالفاظِ دیگر کفر و ارتداد کی دعوت اور مرزا کادیانی کے دعاویٰ باطلہ سے لبریز ہیں ——— یہی حال عصری کالجوں اور یونیورسٹیوں کا ہے۔ پشاور یونیورسٹی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ کفر و ارتداد کا یہ مسلم آزار لٹریچر نہ صرف لائبریریوں بلکہ کلاسوں اور مختلف ہاسٹلوں تک پہنچ کر خالی الذہن اور سادہ لوح طالب العلموں کے ذہنی انتشار، فکری بے چینی اور دین و عقیدے کے تذبذب کا باعث بن رہا ہے۔ اس ملک کے باشندے جو عمل و کردار کی ساری خامیوں کے باوجود ذاتِ رسالتمآب خاتم النبیّین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ عشق رکھتے ہیں، اور جن کا ایمان ہے، کہ دامنِ مصطفیٰ کا چھوٹ جانا ضیاعِ دین و ایمان اور سراسر ہلاکت و خسران ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اُس دانائے سُبل ختم رسلؐ کے سایۂ رحمت کے سوا کوئی دوسرا ایسا سہارا نہیں مل سکتا۔ جو انہیں ابدی مسرّتوں اور کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کی ضمانت دے۔ اگر اُس رحمۃ عالمینؐ کی ذات کو بیچ سے ہٹا دیا جائے، تو یہ دنیا تو سراسر شیطنت ——— سرتاپا ظلم ——— اور سراپا اندھیری رہ جائے گی ——— خدا سے بھٹکی ہوئی انسانیت جو اس وقت جہنم کے دہانے پہ کھڑی ہے، یہ انسان نما درندے، یہ تہذیب نما حیوانیت ۔؟ یہ بظاہر خوش رنگ مگر درحقیقت سراسر تعذیب **تہذیب مغرب** ۔؟ یہ ظلمتکدۂ عالم ۔؟ ——— اللہ اکبر

خاکم بدہن اگر خدائے لایزال کی وہ آخری روشنی جو محمد عربی علیہ السلام کی شکل میں جگمگا رہی ہے۔ وہ

ہدایت کا سراجِ منیر، تعلیماتِ ربانی کا نیرِ تاباں اور انسانی فلاح و نجات کا منادؔ اگر دنیا اس نورِ مبین کی کرنوں سے محروم ہو جائے تو پھر اس دنیا کی ظلمت و بدبختی اور چنگیزیت کا کیا عالم ہوگا ۔؟ پھر کونسا ذی شعور اور حساس مسلمان ہوگا جو اپنے آپ کو محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے دامنِ عاطفت سے نکالکر کسی مسیح دجالؔ کسی ابوجہل اور ابولہب کے رحم و کرم پر چھوڑ دے کہ ؎ گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

محمد ہمارا ایمان، محمد آبروئے ہر دو جہان، محمد ہماری شان اور آن ہے (صلوت اللہ علیہ) دین و دنیا کی سرخروئی اور شہنشاہی قیامت تک اسی کی چوکھٹ کی غلامی سے وابستہ ہے ، اگر کسی کو اسکی غلامی سے عار ہے تو اس کے سر پر خاک ؎

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا ست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

مسلمان کا شیوہ ہے اور تاریخ اس پر شاہد ، کہ جان جائے تو جائے مگر مدنی آقاؐ کی شان پر حرف نہ آئے ، وہ محمد عربیؐ کی ناموس پر متاعِ ہر دو عالم قربان کرتا ہے ، اور پھر بھی اس سودائے عشق کو سراسر نفع ہی سمجھتا ہے کہ ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

وہ اس آبروئے کائناتؐ کے چشم و ابرو پہ دنیا و مافیہا نثار کر دیتا ہے ۔ اسکی کہی ہوئی بات اس کے اعمال و افعال اسکی تعلیم و کردار کی حفاظت اسکی زندگی کا مقصدِ اوّلین و آخرین ہے ۔ وہ تیروں کی بوچھاڑ سے بے نیاز ہو کر تلواروں کے وار جان و جگر پہ سہتا ہے کہ عَلَمِ محمدی سرنگون نہ ہونے پائے ، وہ جب تک اپنے آپ کو خواجہ یثربؐ کی عزت پر کٹ مرنے کو تیار نہیں پاتا اپنے ایمان کو ناقص سمجھتا ہے ۔ ان احساسات اور جذبات کے ہوتے ہوئے جن کا اندازہ بدترین دشمنوں کو بھی ہے ، کوئی مسلمان اپنے نبیؐ کی اس حریف و رقیب جھوٹی نبوتؐ پر کب خاموش رہ سکتا ہے جسے انگریز نے محض سیاسی اغراض کیلئے مسلمانوں کے سر پر مسلط کر دیا تھا ـــــ

پھر یہ کیا اندھیر ہے کہ نبوتِ محمدی علیٰ صاحبہا السلام کے متوازی ایک باغی نبوت کو اپنی سرگرمیوں کیلئے کھلے بندوں آزادی دے دی جائے اور وہ مسلمانوں کے ایمان و اسلام پر ڈاکے ڈالتی پھرے ، وہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے ان کی غیرت و حمیت کو للکارتی رہے ، اور سادہ لوح غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دے کہ رحمۃ عالمینؐ کے سایۂ رحمت سے نکل کر ایک خود ساختہ متنبی کذابؔ کا طوقِ غلامی پہن لو اور پھر یہ کہ وہ غیر مسلم اقوام کے سامنے اپنے مسلم آزار لٹریچر کے ذریعہ رسول اللہؐ اور دیگر انبیاء کرام کو کرشنا،

گوتم بدھ، کنفیوشش اور زرتشت کے برابر ایک روحانی رہنما بناکر پیش کرتے، اور اس طرح وہ علی رؤس الاشہاد (نارش بدہن) تاجدار رسالتؐ کی عظمت و برتری کو مجروح کرنا چاہے۔

پھر اس "عیارانہ نبوت" کے علمبرداروں کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ بھرے جلسوں میں وہ مسلمانوں کے محبوب رہنماؤں اور ناموس محمدی کے جان نثار سپاہیوں پر آوازے کستے ہیں اور اپنی مذبوحی حرکات میں مسلمانوں کی غیرت کو للکار کر کہتے ہیں کہ[2]:

"کہاں گئے تمہارے عطاءاللہ شاہ بخاری، ثناءاللہ امرتسری، ابوالحسنات اور مجلس احرار جو ہماری مخالفت کیا کرتے تھے۔ وہ سب ختم ہو گئے اور ہم باقی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سچے ہیں"۔

مگر ان بے مایگان عقل و خرد کو کون سمجھائے کہ کسی عقیدہ کی حقانیت اور سچائی کا معیار کسی کی ہمیشگی اور خلود نہیں سچائی کسی راست باز انسان کے مرجانے سے ختم نہیں ہو جاتی — پھر تو دنیا میں کسی سچائی کا وجود باقی نہ رہے گا — مرنا تو سب ہی کو ہے کیا انبیاءؑ، کیا اولیاءؒ کیا صدیقینؓ اور کیا شہداءؒ — اور کیا فرعون و ھامان اور کیا ابوجہل و ابولہب اور کیا امت محمدی کے دجالین و کذابین۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کی موت پر ملأ اعلیٰ میں بہار آجاتی ہے، انوار و برکات کے دریا موجزن ہو جاتے ہیں، ملائکہ اور حوروں کے جھرمٹ میں اسکی بارات آسمانوں تک پہنچتی ہے اور کسی کے مقدر میں اس وقت بوعود کے لئے کوئی غلیظ بیت الخلاء ہوتی ہے کہ فرشتے بھی اسکی بدبودار روح کو نکالتے ہوئے الامان والحفیظ کی صدائیں لگائیں۔ — اشخاص فانی ہیں، مگر سچائی زندہ جاوید — کیا مسلمانوں کے دل سے عقیدہ ختم نبوت کی عظمت ختم ہو چکی ہے۔؟ کیا جمہور اہل اسلام مرزا آنجہانی کو پیغمبر تو کیا مسلمان تک ماننے لگے ہیں؟ یا مرزائیت سے نفرت کا جذبہ مسلمانوں کے دلوں سے نکل چکا ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ گو آج انور شاہ کشمیریؒ عطاءاللہ شاہ بخاری، اور ثناءاللہ امرتسری ہم میں نہیں مگر مسلمانوں کے منبر و محراب، ہر مدرسہ و خانقاہ، ہر مجلس و محفل سے ان اکابر کی روح بول رہی ہے، اور ہر مسلمان کے دل میں وہ آگ سلگ رہی ہے

---

[1] ملاحظہ ہو لندن سے شائع ہونے والا تحریک احمدیت کا آرگن "مسلم هیرلڈ" بابت نومبر ۱۹۶۶ء بحوالہ البعث الاسلامی۔ ساتھ یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ اسلام تمام ادیان کے اتحاد اور وحدت اور باہمی مصالحت کی تاکید کرتا ہے۔ اس پرچہ میں سر ظفراللہ خاں کی ایک تقریر بھی انہی امور پر مشتمل درج ہے، جو انہوں نے عبادت گاہ تفاہم کا افتتاح کرتے ہوئے کی۔

[2] معاصر خدام الدین راوی ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ قادیانیوں کے رسوائے عالم لیڈر سر ظفراللہ خان نے قادیانیوں کے حالیہ سالانہ جلسہ منعقدہ ربوہ میں کہے۔

جیسے ان اکابر نے روشن کیا تھا — یہاں ہم اس دریدہ دہن کی خدمت میں صرف یہ شعر پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے —

مت سوچ بخاری نہیں ارباب وطن میں　　یہ دیکھ فضا شعلہ فشاں ہے کہ نہیں ہے
جو آگ سلگتی رہی اس شیر کے دل میں　　اس آگ سے ہر روح تپاں ہے کہ نہیں ہے
(بادنیٰ تغیر)

یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے قادیانیوں کے ان مساعی کی جن سے وطن عزیز کے استحکام اور اتحاد کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے ، یہ ملک جو ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے ہم اسے ہر لحاظ سے مستحکم اور متحد دیکھنا چاہتے ہیں اسکی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ اسے انتشار و افتراق اور ملک کو نازک حالات سے دوچار کرنے والی ان سرگرمیوں سے محفوظ رکھا جائے ۔ ہماری خیر خواہانہ التجا ہے کہ کفر و ارتداد کے اس تحریک کو فوری طور پر روک دیا جائے تاکہ وطن عزیز کسی آزمائش سے دوچار نہ ہو۔

بھارتی مسلمان اپنے معاشرتی اور عائلی قوانین طلاق ، نکاح ، تعدد ازدواج وغیرہ میں حکومت کی دست اندازی کو اپنے پرسنل لاء میں مداخلت قرار دے رہے ہیں — اور یہ کہ ایسا کرنا اس کے نام نہاد "سیکولرزم" کی توہین ہے — دنیا کے کروڑوں مسلمان ان کے اس موقف کی تائید کریں گے کیونکہ یہ صرف ایک بے بس و لاچار اقلیت کا معاملہ نہیں ، بلکہ اس پرسنل لاء کا سوال ہے جسے آسمانی وحی ، پیغمبر اسلام ، اور اجماع امت کی سند حاصل ہو چکی ہے ۔ اس لحاظ سے اس قسم کی دخل اندازی خواہ کسی نام نہاد سیکولر سٹیٹ کیطرف سے ہو یا کسی بھی اسلامی ریاست کیطرف سے ، دین میں مداخلت اور صریح ظلم قرار پائے گی ۔ بھارتی حکومت کو اس مسئلہ میں مٹھی بھر روشن خیال مسلمانوں کی تقلید کرنے کی بجائے دنیا بھر کے کروڑوں راسخ الایمان مسلمانوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیئے ، اس مسئلہ میں بھارتی مسلمانوں کی ذمہ داری اور آزمائش کا بھی عجیب حال ہے ، انہیں اپنے دین اور معاشرت کی حفاظت خود ہی کرنا پڑے گی ۔ وہ بیچارے نظر اٹھائیں بھی تو کس طرف ؟ کہ جن ہاتھوں میں آج اسلامی ممالک کی زمام اقتدار ہے ، یورپ کی تہذیب و تمدن ، تجدد اور اباحیت کے حمام میں وہ پہلے سے ننگے ہو چکے ہیں ۔ ان حالات میں بھارتی حکومت کی اس دھاندلی یا صریح ظلم اور مداخلت فی الدین پر کوئی آواز اٹھے بھی تو کہاں سے ؟ بھارتی حکومت کے اس طنزیہ جواب کے سننے کی سکت کس میں ہوگی کہ "چھلنی اٹھ کر کوزے کو اس کے سوراخ گنوائے" — ہماری دعا ہے کہ اس نازک مرحلہ میں بھارتی

مسلمانوں کو استقامت اور کامیابی نصیب ہو، دنیا بھر کے مسلمانوں کیطرح پاکستانی عوام کو اپنے بھائیوں سے دلی ہمدردی ہے، اور دعا دلبس ——— اور ان کے بس میں سوائے دعا کے اور رہ کیا گیا ہے سہ

ولو ان قومی انطقتنی رماحھم نطقتُ ولکن الرماح اجرّتِ

★

پچھلے دنوں ملک کے مختلف گوشوں میں قرأت کی محفلیں منعقد ہوئیں، قرآن کریم سننے کیلئے مسلمانوں کا ذوق و شوق قابلِ دید تھا، قرآن کا پڑھنا اور سننا افضل عبادت ہے کہ وہ خدا کی آخری کتاب ہے، اب آئیندہ کوئی روشنی کوئی دوسرا پیغامِ حیات آنے والا نہیں۔ مشیت ایزدی چاہتی ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ خدا کی اس آواز سے محروم نہ رہے تاکہ کل کسی کو عذر نہ ہو کہ ہمیں حق کی روشنی نہ پہنچی۔ کہ وہ کسی کو عذاب نہیں دے گا جب تک یہ پیغامِ رسالت اس تک پہنچا نہ دے ——— یہ قرأت کا اہتمام ——— یہ دنیا بھر کے نشریاتی سٹیشنوں سے اسکی اشاعت ——— بہ خدا فراموش بندوں کی بستیوں میں اسکی تلاوت کے اجتماعات ——— قدرت کی طرف سے اپنی حجت کا اہتمام ہے۔ اس لئے یہ ماسکو سے بھی نشر ہو رہا ہے اور لندن سے بھی، پیکنگ سے بھی سنایا جا رہا ہے اور واشنگٹن سے بھی ——— لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ——— اسکی قرأت کا یہ عالمگیر انتظام اس منشاءِ ربانی کی تکمیل ہے، کہ کل قرآن ان پر گواہِ استغاثہ بن سکے۔ ان سننے والوں پر جنہوں نے اسکی پر تاثیر اعجاز اور طرزِ بیان کا لطف اٹھایا، سارے ماحول کو جگمگایا، مگر دل کی دنیا روشن نہ کی، نہ اسکی روشنی میں اعمال و کردار کو سنوارا ——— یہ ان پڑھنے والوں پر بھی حجتِ الٰہیہ ہے جن کے اندازِ بیان پر سارا ماحول پگھل گیا، کائنات تھم گئی، مگر خود ان کے گلوں کے نیچے من کی دنیا میں کوئی اضطراب نہ اٹھا کہ وہ سیرت تو کیا کم از کم صورت کو تو اس کے سانچے میں ڈھال دیتے ——— یہ قرآن ان علماء و مشائخ کے خلاف استغاثہ ہوگا جو اس کے اسرار و معارف اور لامتناہی رموز و حکم پر سر دھنتے رہے مگر اسکی روح اور تقاضوں کو یکسر فراموش کر بیٹھے۔ ——— یہ ان حکام اور امراء کے خلاف حجت ہوگا جنہوں نے ان مبارک مجالس کے انتظام میں بڑی دلچسپی دکھائی مگر اس کے احکام و تعلیمات پر عمل کرنے اور کروانے سے گریز کرتے رہے، یہاں تک کہ چند ہی دنوں بعد انہوں نے انہی شہروں میں جو قرآن کی آواز سے گونج اٹھے تھے، روسی ثقافتی طائفہ کی رقاصائیں نچوائیں۔ ان کے رقص و سرود کا اہتمام کیا اور جسکی آفرین و ستائش، استقبال و تحسین میں قوم کی اکثریت اور وہ صحافت بھی شریک ہوئی جو دو ہفتے قبل قرآن سے اپنی شیفتگی اور وارفتگی کا اظہار کر چکی تھی ——— عمل و کردار کے ایسے ہی تضاد کے موقع پر کہا گیا ہے کہ سہ

معشوقِ ما بہ شیوہ ہر کس برابر ست باما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

یہ تلاوت قرآن کی محفلیں خدائی عدالتیں ہیں۔ اس دور میں مشیت ایزدی نے پوری دنیا کو اس کٹہرے میں لا کھڑا کیا ہے، تاکہ وہ "مالک یوم الدین" قیامت کے دن اتمام حجت کے بعد اپنا فیصلہ سنا سکے۔ قرآن کا استغاثہ اس کو سن کر ٹھکرانے والوں کے خلاف ظاہر ہے ——

یارب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً (الآیہ) —— وقال علیه السلام ان الله یرفع بهذا الکتاب اقواماً ویضع به آخرین۔ (مالک عن نافع عن ابن عمرؓ) —— وقال انسؓ بن مالک رب تالٍ للقرآن والقرآن یلعنه (احیاء العلوم ص۲؍۱) —— وقال علیه السلام اقرأ القرآن ما نهاك فان لم ینهك فلست تقرءه (احیاء ص۲؍۱) —— وقال علیه السلام ما آمن بالقرآن من استحل محارمه (الخ) والله یقول الحق وهو یهدی السبیل۔

احوال و کوائف دارالعلوم

۱۰ شوال کو دارالعلوم حقانیہ کے نئے سال کا داخلہ طلباء شروع ہوا۔ طلباء کے بے پناہ رش کے باوجود نہایت چھان بین کے بعد قواعد و ضوابط کے مطابق طلباء کو داخل کیا گیا ہے۔ جو طلباء داخل ہوئے ان کی تعداد ۳۸۴ ہے جن میں دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد ۱۴۵ ہے۔ غلہ کی نایابی اور وسائل محدود ہونے کی وجہ سے کافی طلبہ کو داخل نہیں کیا گیا۔ ان حالات میں موجودہ طلبہ کی خوراک کا مہیا ہونا بھی فضل خداوندی پر منحصر ہے —— سال رواں میں دارالعلوم کے طلبہ کی علاقائی تفصیل حسب ذیل ہے:-

پاکستان اور ملحقہ ریاستیں						افغانستان		تالقان	۱۰
ورالائی	۱۲	بنوں	۱۷	بنیر	۴	خوست	۱۱	جلال آباد	۱۴
کوئٹہ	۱۴	ڈیرہ اسماعیل خان	۱۷	ہزارہ	۲۲	قندہار	۲۲	پروان	۱۳
ژوب	۱۰	وزیرستان	۴	چترال	۱	نورستان	۸	ہرات	۸
پشاور	۲۴	تیراہ	۵	باجوڑ	۱۵	غزنی	۱۳	مشہد	۹
مردان	۳۸	دیر سٹیٹ	۲۶	میانوالی	۱	بدخشان	۲	تھائی لینڈ (بنکاک)	۱
کوہاٹ	۱۸	سوات	۱۵	مہمند ایجنسی	۲	نعمان	۱۲	کل میزان	۳۸۴
				کیمبل پور (پنجاب)	۴	گردیز	۹		

از ارشادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ

دعوات عبدیت حق

ضبط و ترتیب ادارۂ الحق

مقام اور ذمہ داریاں

> ۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعلیمی سال کا افتتاح ہوا۔ طلبہ اور اساتذہ کے اس بھاری مجمع میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے جو خطاب فرمایا وہ افادۂ عام کی خاطر پیش ہے۔ "ادارہ"

محترم بھائیو! آپ ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں، اور وہ مقصد ہے حفاظت و خدمت دین، جسکا ذریعہ یہ ہے جو آپ نے اختیار کیا، کہ کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اس سے مستنبط اور مستخرج مسائل اور علوم حاصل کریں۔ پھر ان مسائل معلومہ پر عمل کریں اور احاطۂ دارالعلوم سے باہر نکل کر اسکی اشاعت اور حفاظت میں لگ جائیں۔

اس عظیم مقصد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنی منزلت و مرتبت ہے، اتنی کسی اور چیز کی نہیں۔ دنیا کا رجحان تیزی سے مادیت کی طرف بدل رہا ہے۔ مگر آپ لوگ دنیوی مفادات اور دنیوی تعلیم کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کر رہے ہے کہ علم حاصل کرکے سائنسدان، انجینیئر یا ڈاکٹر اور کوئی افسر و عہدہ دار بنیں گے، بلکہ یہاں کے تمام طلبہ اور اساتذہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کی اشاعت و حفاظت کی جائے، کیونکہ اس دور الحاد و فتن میں اسلام پر نہ صرف کفار و اغیار کے حملے ہیں بلکہ ان سے اشد اور زیادہ موثر حملے اس نام نہاد مسلمانوں کے ٹولے سے ہو رہے ہیں جو اسلام کی خیر خواہی کے نعرے لگا لگا کر اسلام کی بیخ کنی پر کمربستہ ہیں۔ اور تاریخ اسکی گواہ ہے کہ کفار کی سازشوں سے اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا نام نہاد مسلمانوں کے مار آستین جماعتوں سے پہنچا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کے وقت ابن سبا کے، جو فتنے برپا ہوئے بظاہر اہل بیت کی وفاداری اور خیر خواہی کے نام سے مسلمان کہلانے والوں کے ذریعہ سے شروع ہوئے، وہ سمجھ گئے تھے کہ یہودیت کے رنگ میں اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اسلام کی خیر خواہی کا رنگ اختیار کیا اور وفاداری کا لبادہ اوڑھ کر سب کچھ کیا گیا اور

اب تک وہ فتنے چل رہے ہیں۔

بھائیو! ایسے وقت میں خدا نے آپ کو علم سیکھنے کی خاطر یہاں جمع ہونے کی توفیق دی جبکہ یہ معلوم ہے کہ فراغت کے بعد کوئی پوچھنے والا نہیں، نہ دنیا کی نظروں میں بے دینی کی وجہ سے تمہارا کوئی مقام ہوگا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مقصد آپ کا صرف دین کا سیکھنا اور سکھانا اور پھر لوگوں تک اس کو پہنچانا ہے۔ اور یہ محض دین کے ان خدام میں شامل ہونا ہے، جن کی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ میں فرمایا کہ دین کی حفاظت کا ذریعہ تم لوگوں کو بنا دیا۔ بادشاہ خود کوئی کام نہیں کرتا، اسباب کے عالم میں اپنے اعتمادی دیانتدار اور وفاشعار خدام کے ذریعہ کروا دیتا ہے۔ تو بظاہر حفاظت دین کی یہی شکل ہے کہ کروڑوں بندوں میں پھر اس پُرفتن زمانہ میں چند بوسیدہ اور مفلوک الحال فقرا عباد کو دین کو اصل شکل میں حاصل کرنے کی توفیق دے۔ یہ خداوند کریم کے وعدہ حفاظت دین انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا ظہور ہے۔ کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ دین اپنی اصل شکل میں کہاں ہے۔؟ اور رسول کریم کے زمانہ میں ایک مسئلہ اور ایک جزئیہ کا کیا حکم تھا اگر ضرورت پڑے تو ایک پھٹے پرانے لباس والا گمنام طالب العلم دنیا کے کسی دور افتادہ گوشہ سے بھی اٹھ کر بتلائے کہ وہ دین وہ مسئلہ جو حضورؐ کے زمانہ میں تھا یہ تھا۔ اور یہ قدرت کی ایک عجیب حکیمانہ عادت چلی آرہی ہے۔ کہ اب تک اسلام کی حفاظت عموماً مفلوک الحال اور بے وسائل طبقہ ہی سے کرائی گئی نہ تو دولت اسکی پشت پناہ بنی اور نہ حکومت وطاقت، اگر ایسا ہوتا اور کالجوں کی عظیم عمارات، بھاری مصارف اور خوبصورت اور صحت مند جوانیاں اس راہ میں لگتیں تو لوگ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کو ان ظاہری اسباب، دولت اور قوت کا کرشمہ قرار دیتے مگر الحمدللہ آج اسلام اصلی شکل پہ تمام تر بغیر وسائل وذرائع کے اپنی حقانیت کے بل بوتے پر درخشاں ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا نمایاں ثبوت پیش کر رہا ہے۔

آج عیسائیت دنیا میں گو اپنی صحیح صورت میں نہیں پھر بھی اگر کچھ نام اس کا لیا جاتا ہے، تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی پشت پر مشنریاں ہیں، کروڑوں روپے ہیں اور پھر شراب وعورت اور دوسری خواہشات کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کہہ دے سب کچھ اسے مل جائے گا، یہ تو اچھا خاصہ خواہشات پوری کرنے کا ایک آلہ ہے مگر اسلام کی پشت پر یہ سب کچھ نہ تھا اور نہ اب ہے تاکہ کسی کو کہنے کا موقعہ نہ ملے۔ غرض علم دین کیلئے آپ لوگوں کا انتخاب خدا کا کرم و احسان ہے۔ ہمارا نہ عوام پر احسان ہونا چاہیئے نہ حکومت پر نہ کسی اور پر اور نہ خدا اور اسلام پر بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور ہمیں اس نعمت پر اس کے آگے ہر وقت سربسجود رہنا چاہیئے کہ ہمیں اس نے اپنے

اور اپنے رسول کے کلام قرآنِ مجید بخاری شریف اور ترمذی کے پڑھنے پڑھانے کی توفیق عطا فرمائی۔

قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ۔ (تم میرے اوپر اپنا اسلام نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ایمان کی طرف) ——— جب مقصد عزیز اور عظیم ہے تو ایک مقصد جلیلہ میں کامیابی اور اونچا مقام حاصل کرنے کیلئے بڑی جدوجہد قربانی، حوصلہ، صبر اور کوششیں درکار ہوتی ہیں۔ دنیا کی نگاہ میں صدارت، وزارت، کمانڈر انچیف ہونا ایک مقام ہے اور بڑی کامیابی ہے۔ لکھ پتی اور کروڑ پتی بننا ایک عظیم مقصد ہے تو اس کے حصول کیلئے وہ لوگ شب و روز جدوجہد کرتے ہیں، قیدیں کاٹتے ہیں، طرح طرح کی اذیت سہتے ہیں اور سو میں ننانوے اکثر ناکام ہوکر پھانسی ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا کے ایک حقیر مقصد کیلئے سعی کا حال ہے، کہ کبھی اس راہ میں بھوکے کبھی پیاسے، کبھی مر گئے اور کبھی پہنچ گئے۔ اور جسکا کوئی بڑا مقصد نہ ہو تو یہاں دو چار آنے کی مزدوری ملی چنے خرید کر پیٹ بھر لیا۔ ایسا شخص مقاصد جلیلہ والے آرام و راحت کو نہیں پہچانتا۔ تو آپ کے مقصد کے سامنے تو دنیا کے یہ سارے تاج و تخت ہیچ ہیں۔ آپ اپنے آپ کو کم تر نہ سمجھیں کہ اللہ کی نگاہ میں دنیا و مافیہا سب کچھ ہیچ ہے۔ یہ گدڑیوں میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں شہزادوں سے زیادہ وقیع ہیں۔ ایک پھٹے پرانے کپڑوں والا حدیث رسول کا طالب علم جسے دنیا "ملا نٹے" وغیرہ کہتی ہے اللہ کے ہاں اندر سے لعل و جواہر سے زیادہ عزیز ہے ——— حدیث میں آتا ہے، کہ خدا تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ کسی کام کے ہونے کی قسم اٹھائیں تو چاہے وہ کس قدر عظیم و مشکل کام کیوں نہ ہو، رب العزت پورا کر دیتے ہیں۔

> مقصد جلیلہ میں کامیابی اور اونچا مقام حاصل کرنے کیلئے بڑی جدوجہد، قربانی، حوصلہ، صبر اور کوششیں درکار ہوتی ہیں

تاکہ خداوند کریم کا وہ بندہ جھوٹا ثابت نہ ہو ——— رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ (بسا اوقات ایک پراگندہ حال گرد آلود شخص (جو بظاہر کوئی وقعت نہ رکھے مگر اللہ کی نگاہ میں اس کا مقام ایسا ہوتا ہے) کہ اگر خدا کی قسم اٹھائے کسی بات کی تو وہ پوری فرما لیتا ہے) بخاری شریف میں ہے، آپ پڑھیں گے کہ ایک عورت پر دعویٰ ہوا۔ عورت کے رشتہ داروں نے دیت دینے اور مصالحت کی سعی کی مگر مدعی راضی نہ ہوا۔ حضورؐ نے قصاص کا فیصلہ دیا، کتاب اللہ القصاص اللہ کا حکم تو قصاص ہی ہے۔ صحابیؓ کے منہ سے یہ بات نکلی کہ اللہ تعالیٰ میری بہن کا دانت نہیں تڑوائے گا۔ حضورؐ نے تبسم فرما کر کہا کہ قانون تو یہی ہے کہ قصاص لیا جائے آگے قلوب خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ بس انقلاب آیا اور مدعی نے فوراً اسے معاف کر دیا۔

نہ قصاص لیا نہ دیت۔ اس وقت حضورؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی کہ رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ ـــــ مگر اس درجہ کے لوگ ہر وقت قسمیں نہیں اٹھاتے۔ البتہ غیر ارادی طور پر شاذ و نادران کے منہ سے ایسی بات نکل جائے تو خدا تعالیٰ اسکی لاج رکھتے ہیں اور اپنے بندہ کی بات کو پورا فرما دیتے ہیں ـــــ

یہ آج جو امام بخاری حضرت امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہمارے دل احترام سے جھکتے ہیں، ان کے والدین اور اقارب بادشاہ نہ تھے، نہ ان کے خاندان ابتدا سے بہت بڑے علمی خاندان تھے، نہ دولت وسطوت اور نوکروں چاکروں کے مالک تھے، نہ کوئی دنیوی خصوصیت تھی، مگر آج ان حضرات کی عظمت ہمارے دلوں میں راسخ ہے، اور اللہ کے ہاں معزز ہیں، وجہ یہ کہ انہوں نے اس مقصد جلیلہ کی راہ میں قربانیاں دیں، زندگی وقف کر دی اور اتنے بڑے مقام پر فائز ہوئے ـــــ آج بھی جتنے مسلمان امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں، جتنے لوگ امام بخاری کی کتاب پڑھتے ہیں اور تعلیم و تعلّم کا جتنا سلسلہ جاری ہے، اس کا اجر پڑھنے والوں، عمل کرنے والوں کے ساتھ ساتھ اُن کو بھی مل رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا یعنی کہ جس نے ایک اچھی راہ قائم کی اس کو اپنا اور اس پر عمل کرنے والے سب کے برابر اجر ملے گا ـــــ ترمذی جلد دوم میں ہے، کہ عالم مدرس کو ملائکہ امام کبیر کے لقب سے یاد کرتے ہیں ـــــ

> فقہ حنفی پر عمل کرنے والوں اور احادیث بخاری کے پڑھنے والوں کا اجر ائمہ رحمہم اللہ کے اعمال ناموں میں بھی درج ہوتا ہے

اس مقصد جلیلہ کے حصول کی خاطر آپ کو دل میں پہلے سے فیصلہ کرنا پڑے گا کہ خواہ دنیا پلٹ بھی جائے، جتنی زحمتیں شدائد اور تکالیف بھی آئیں آپ ہمت نہ ہاریں گے اور اس دین کو حاصل کریں گے، اسکی حفاظت کی سعی کریں گے ـــــ یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید ـــــ خدا کی توفیق اگر شامل ہو، عزم صمیم، مضبوط ارادہ، اور بلند ہمتی موجود ہو تو اُن اسلاف اکابر اور اساتذہ و شیوخ جتنا بلند مقام دنیا و آخرت میں آپ کو بھی نصیب ہوگا ـــــ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کا وعدہ ہے ـــــ حصول علم کی راہ میں پہلی چیز اخلاص ہے، یعنی خالصۃً للہ علم کا حصول پھر دین پر عمل اور پھر اسکی اشاعت و تبلیغ جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ علم کے لئے رحلت کرو اور واپس وطن جاکر یہ دین لوگوں کو سکھاؤ جو تم نے سیکھا ـــــ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا

فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ۔ جس چیز میں خلوص نہ ہو نمائش اور نام ونمود ہو اس میں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی ۔ امام مسلم نے لکھا ہے کہ ایک مبتدع کیلئے ممکن ہے کہ اسکی زندگی میں کچھ چرچا اور شہرت ہو جائے ، مگر زمانہ گزرنے کے ساتھ اس کا نام اور اس کا کام مٹ جاتا ہے ، اور علماء حق وائمہ ہدیٰ پر جتنی بھی مدت گزرے اتنا ہی ان کا فیض اور ان کی مقبولیت بڑھتی جائے گی ۔ گندم کا دانہ جب باہر ہے ، اس میں نمود ہے تو کچھ بھی نہیں ، مٹی میں دب جائے ، نمائش ختم ہو جاتی ہے تو دس دن بعد اسکی کونپلیں نکل آتی ہیں اور برگ وبار سے آتا ہے ۔ جس نے اپنے آپ کو مٹایا ، تکبر ، خود پسندی ، شہرت کو ترک کر دیا ، اخلاص پیدا کیا ، خدا نے اسے نمایاں کر دیا ، گو اس کا ارادہ ایسا نہ ہو مگر خلوص کے اعمال کا طبعی نتیجہ یہی ہے ۔ خدا تمہارے خلوص کا خفیہ سے خفیہ عمل ثمر آور بنا دے گا ۔

دل میں خلوص پیدا کرو کہ اے اللہ تیرے دین کو فتنوں کے سیلاب نے آگھیرا ہے دشمنوں کی یلغار ہے ، تیری رضا اور تیرے دین کی خاطر ہی اس راہ میں زندگی لگاتا ہوں ۔ ـــــ دوسری چیز اس راہ میں تقویٰ ہے کہ یہ علم کی دولت تقویٰ اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو نصیب ہو سکتی ہے ۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ کو اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی ، انہوں نے نسخہ بتلا دیا کہ علم خدا کا فضل عظیم ہے ، اور یہ گنہگاروں کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ہر قسم کے منکرات اور معاصی سے اجتناب نہ کریں ۔

جس نے اپنے آپ کو مٹایا ، متکبر ، خود پسندی ، شہرت کو ترک کر دیا ، اخلاص پیدا کیا ، خدا نے اسے نمایاں کر دیا

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم فضل من اللہ وفضل اللہ لایعطی لعاصی

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت حیوٰۃ (زندگی) ہے اور دوسری اونچی صفت علم ہے ، اب اس علم کا مظہر خداوند کریم ہمیں تب بنائے گا کہ نافرمانی نہ ہو کم ازکم جذبہ تو تمرد اور معصیت کا نہ رکھیں ۔ اگر بمقتضائے بشریت غلطی ہو بھی جائے تو فوراً توبہ کر لیں ، اور جب علم جیسی صفت خداوندی سے آپ مالا مال ہوں گے تو ناممکن ہے کہ آپ کی نظر دنیا کی جاہ ومنزلت کی طرف اٹھے ، کہ مال تو معدے کی روزانہ گلنے سڑنے اور متغیر ہونے والی چیز ہے ۔ خدا نے آپ کو اپنا نمائندہ بنایا کہ میری صفت کے حامل بنو ۔ ایسے

دنیا میں پھیلا دو، اور اگر تم مال و دولت، ظلم و معصیت کے علمبردار بن جاؤ تو یہ کتنی ناشکری ہوگی۔ ایک عالم کے جاہل ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ علم کی وجہ سے اس میں غرور پیدا ہو اور عالم بننے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس میں تقویٰ اور عاجزی پیدا ہو جائے۔ غرض جذبۂ تقویٰ اور پرہیزگاری علم کی اولین شرائط میں سے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ علم ہو اور خدا کا خوف نہ ہو۔ اس تقویٰ کی اولین شرط نماز باجماعت ہے۔ اگر طالب علم میں کوئی نماز باجماعت نہ پڑھ سکے تو سمجھئے کہ تقویٰ ختم ہے، اول تو کافر اور مسلمان کے درمیان فرق صرف صلوٰۃ ہے۔ تمام کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ترک صلوٰۃ ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک تو تارک صلوٰۃ مباح الدم ہے۔ (اس کا خون مباح ہو جاتا ہے) امام بخاریؒ کا رجحان بھی ادھر ہی ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین۔ (نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے مت بنو) ــــ اگر ایک مسلمان غربت کی وجہ سے زکوٰۃ بھی نہ دے سکے حج پر بھی نہ جا سکے اور نماز بھی نہ پڑھے تو ارکان اسلام میں اس کے پاس کیا رہ جاتا ہے۔ اس لئے ہم مساکین کے لئے نماز باجماعت ہی تقویٰ کی نشانی ہے ــــ دوسری چیز جس پر توجہ دلانی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ ابھی سے اختلافی مسائل میں نہ پڑیں، نہ اس پر وقت ضائع کریں ــــ امام ابوحنیفہؒ اپنے شاگردوں کو من جملہ دیگر وصایا کے یہ وصیت بھی فرمایا کرتے تھے کہ وطن جاکر اختلافی مسائل میں بحث اور مباحثوں کا آغاز نہ کیا کرو۔ اگر کوئی تم سے میرا مسلک پوچھے تو اکیلا میرا مسلک نہ بیان کیا کرو بلکہ دیگر ائمہ اور علماء کے اقوال کے ساتھ ضمناً میری رائے بھی پیش کر دیا کرو۔ اور وہاں کے پرانے علماء سے اچھے سلوک کا مظاہرہ کیا کرو۔ کہ جمے ہوئے علماء جو پہلے سے وہاں ہیں ان کی وقعت لوگوں کے قلوب میں اپنی خدمت کی بناء پر آپ لوگوں سے زیادہ ہوگی، خواہ تمہارے ساتھ دسیوں سندات ہوں۔ مگر ان کے قدم جمے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اگر تم نے مخالفت کی فضا بنا دی تو دین کی خدمت کس طرح کر سکو گے؟ نیز یہ کہ اب تک انہی ائمہ و علماء نے اسلام کے مخالفین کے مقابلہ میں شعائر دین کی حفاظت کی انگریز کے دور استبداد میں نہایت کس مپرسی سے چند ٹکڑوں پر گذران کیا اور دین کو سینہ سے لگائے رکھ کر ہم تک پہنچایا، ان کی بے حرمتی نہ کریں ان کی قدر کریں ــــ

> ایک عالم کے جاہل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ علم کی وجہ سے اس میں غرور پیدا ہو اور عالم بننے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس میں تقویٰ اور عاجزی پیدا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے تلامذہ کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ اگر وقت سے پہلے مسجد نہ جا سکو تو اذان کے بعد تو بلا تاخیر مسجد پہنچ جایا کرو۔ ــــ یہ عوام جو اپنے خویش و اقارب کو بلا عرض روٹی نہیں

دیتے ان کو کیا پڑی ہے کہ تمہاری تمام ضروریات کا انتظام کرتے ہیں۔؟ کچھ نہیں صرف ان کا حسن ظن ہے کہ یہ لوگ دین کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اگر ہم خود اس دین پر عمل نہ کریں گے اور آپس کی جنگ و جدال میں مشغول ہوں گے تو ان لوگوں کے دلوں میں کیا وقعت رہے گی اگر تم چاہو کہ لوگوں کے سامنے صحیح مسائل اور صحیح دین پیش کرو، تو صرف اس سے کام نہیں بنے گا، جب تک مسئلہ بیان کرنے والا خود اس پر عامل نہ ہو، اس دین کا عملی نمونہ نہ ہو، عوام اُسے دیندار نہ سمجھیں گے، صلوٰۃ عماد الدین اور بنیاد ہے، جب تک تم میں نماز کی پابندی نہ ہوگی دین کی بنیاد ہی نہ ہوگی تو کیا ہوا میں دین کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے۔؟

غرض دین اور علم دین کی راہ میں ہماری معمولی غفلت اور کوتاہی کا وبال آنے والی نسلوں پر پڑ سکتا ہے۔ اور اگر ہم نے مقصد کو پہچانا اور اسکی راہ کی نزاکتوں کا خیال رکھا تو دین کی امانت آنے والی نسلوں تک پہنچا سکیں گے۔ خدا تعالیٰ ہمیں صحیح علم اور صحیح فہم کی توفیق دے۔ علم دین کے حصول کے لئے ایک اہم چیز ادب ہے۔ شیخ اور استاد کا ادب، علم اور کتاب کا ادب، اسلاف اور اکابر کا ادب گویا حصولِ علم کی راہ ہے۔ حکمت و معرفت اور علم و فیض حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو عاشق بن جاؤ یا معشوق، یا محب بنو یا محبوب تب کام ہوگا۔ پھر ان دونوں صورتوں میں عاشق اور محب بن جانا فیض حاصل کرنے کے لئے زیادہ موثر ذریعہ ہے بہ نسبت محبوب بن جانے کے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے جتنا فیض پایا اوروں کو اتنا نہ پہنچا۔ حضرت حسینؓ اور حسنؓ کو ابوبکر صدیقؓ جتنا فیض نہ پہنچا وہ اولاد جسمانی و روحانی تھے۔ اور بوجہ اولاد ہونے کے بے حد شفقت و محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے تھی۔ جگر گوشۂ رسول اور سید الشباب اہل الجنۃ ہیں، محبوبیت انہیں حاصل تھی مگر حضرت صدیقؓ محب اور عاشق بنے۔ جتنی فدائیت اور جان نثاری ان میں تھی سب کچھ حضورؐ پر نثار کر دیا۔ اور حضورؐ نے انہیں امنّ النّاس کہا (یعنی مجھ پر تمام لوگوں سے بڑھ کر احسان کرنے والا) مرض وفات میں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ میں نے ہر کسی کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے، سوائے ابوبکرؓ کے کہ ان کا بدلہ قیامت میں چکاؤں گا۔ تو یہ فیض تھا اس جان نثاری کا کہ جو بھی سخت سے سخت موقعہ آیا حضرت صدیقؓ سینہ سپر ہو کر حضورؐ کے ساتھ رہے۔ غار ثور، ہجرت، مکہ معظمہ کی زندگی ہو یا مدینہ منورہ کی۔ ان فضائل اور قربانی ہی کی وجہ سے اہل السنت کا عقیدہ ہے کہ تمام امتوں میں حضور اقدسؐ اور پیغمبروں کے بعد حضرت صدیقؓ کا درجہ اور مقام ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ آپ کو معلوم ہے، حضرت یوسف

از ارشادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ

ضبط و ترتیب ادارہ الحق

مقام اور ذمہ داریاں

۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعلیمی سال کا افتتاح ہوا۔ طلبہ اور اساتذہ کے اس بھاری مجمع میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے جو خطاب فرمایا وہ افادۂ عام کی خاطر پیش ہے۔ "ادارہ"

محترم بھائیو! آپ ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں، اور وہ مقصد ہے حفاظت و خدمت دین، جسکا ذریعہ یہ ہے جو آپ نے اختیار کیا، کہ کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اس سے مستنبط اور مستخرج مسائل اور علوم حاصل کریں۔ پھر ان مسائل معلومہ پر عمل کریں اور احاطۂ دارالعلوم سے باہر نکل کر اسکی اشاعت اور حفاظت میں لگ جائیں۔

اس عظیم مقصد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنی منزلت و مرتبت ہے، اتنی کسی اور چیز کی نہیں۔ دنیا کا رجحان تیزی سے مادیت کی طرف بدل رہا ہے۔ مگر آپ لوگ دنیوی مفادات اور دنیوی تعلیم کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کر رہے کہ علم حاصل کر کے سائنسدان، انجینئر یا ڈاکٹر اور کوئی افسر و عہدہ دار بنیں گے، بلکہ یہاں کے تمام طلبہ اور اساتذہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کی اشاعت و حفاظت کی جائے، کیونکہ اس دور الحاد و فتن میں اسلام پر نہ صرف کفار و اغیار کے حملے ہیں بلکہ ان سے اشد اور زیادہ موثر حملے اس نام نہاد مسلمانوں کے ٹولے سے ہو رہے ہیں جو اسلام کی خیر خواہی کے نعرے لگا لگا کر اسلام کی بیخ کنی پر کمربستہ ہیں۔ اور تاریخ اسکی گواہ ہے کہ کفار کی سازشوں سے اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا نام نہاد مسلمانوں کے مارِ آستین جماعتوں سے پہنچا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کے وقت ابن سبا کے جو فتنے برپا ہوئے بظاہر اہل بیت کی وفاداری اور خیر خواہی کے نام سے مسلمان کہلانے والوں کے ذریعہ سے شروع ہوئے، وہ سمجھ گئے تھے کہ یہودیت کے رنگ میں اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اسلام کی خیر خواہی کا رنگ اختیار کیا اور وفاداری کا لبادہ اوڑھ کر سب کچھ کیا گیا اور

مولانا محمد اسحاق صاحب شاید ان جیسے حافظہ ذہانت کے مالک نہ تھے مگر شیخ سے جو گرویدگی اور عشق تھا اس کے ثمرہ میں ان کا فیض دنیا میں جاری ہوا۔

اسطرح ہمارے استاذ الاساتذہ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی بانی دیوبند کے شاگردوں میں مولانا فخر الحسن گنگوہی اور مولانا احمد حسن امروہی جیسے یگانہ روزگار علماء اور ممتاز اذکیاء تھے ، بے حد محنتی اور ذہین حضرات تھے اور حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود الحسن قدس سرہ العزیز انکی نسبت اتنے ذہین نہ تھے ، مگر شیخ الہندؒ میں اپنے استاد کا عشق اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جاں نثاری کے پیکر تھے کہ ایک رات حضرت نانوتویؒ نے دیوبند میں باتوں باتوں میں نانوتہ کے اپنے کسی مریض کا ذکر کیا کہ معلوم نہیں ان کی کیا حالت ہوگی ؟ حضرت شیخ الہندؒ جو ناز و نعم کے پروردہ امیر گھرانے کے نو عمر بچے تھے یہ بات دل میں ڈالدی اور رات کو چپکے سے جب کہ برسات کی راتیں تھیں۔ شدید تاریکی میں پیدل دیوبند سے ۱۰ کوس دور نانوتہ روانہ ہوئے ، راستہ سانپ ، بچھو اور ہر طرح کے خطرات سے پُر تھا۔ نانوتہ پہنچ کر مریض کا حال معلوم کیا اور پھر اُسی رات دیوبند واپس ہوئے اور طلوع صبح کے وقت دیوبند پہنچے صبح کی نماز کے بعد حضرت نانوتویؒ کو مریض کا حال سنایا ، والد مولانا ذوالفقار علی صاحب تمام رات انکی تلاش میں رہے یہ ان کے ادب اور خدمت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے ، زندگی بھر استاذ کے ساتھ رہے۔ اس ادب اور کمال محبت کا ثمرہ یہ ہوا کہ تمام عالم کو حضرت شیخ الہندؒ کا فیض پہنچا۔ آج برصغیر پاک و ہند ہو یا ایران افغانستان ہو ، برما ہو یا افریقہ ، جہاں بھی حدیث رسول کا فیض اور سلسلہ جاری ہے اس کا سرا براہ راست یا بالواسطہ حضرت شیخ الہندؒ سے ملتا ہوا پائیں گے۔ شیخ الہند شیخ العالم بن گئے ، اپنے استاد کے مسلک اور مرضی کے مطابق تمام عمر خرچ کیا۔ علمی فیض اور برکت کے علاوہ جہاد اور قربانیوں میں بھی سب سے آگے رہے۔

پھر ان سے نیچے حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے تلامذہ کا حال دیکھئے شاگردوں میں حضرت علامہ شاہ انور شاہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانی ، حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ ، حضرت حافظ عبد الرحمٰن امروہوی جیسے اکابر اور ایک سے ایک ذہین ، جامع کمالات کہ ہر ایک دین کا ستون ہے۔ ہر ایک سے علم اور دین کے چشمے جاری ہوئے۔ مگر حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے استاذ اور مرشد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے ذریعہ ہوا اسکی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرون ممالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعہ ان کا فیض جاری ہے۔ حافظہ اور ذہانت میں ان سے بڑے بڑے حضرات بڑھے ہوئے تھے مگر اپنے شیخ کی محبت اور جان نثاری جو ان میں تھی اسکی

مثال نہیں ملتی۔ عمر بھر وفاشعار غلام اور عاشق بنے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد اپنی بیوی اور والدین کی جدائی تک برداشت کی، انکی وفات کی اطلاعیں پہنچیں مگر مالٹا کی جیل میں اپنے استاد کی رفاقت ترک نہ کی، ادب محبت اور نیاز مندی کا کوئی نمونہ نہ تھا جسے قائم نہ فرمایا۔ اور اسی تعلق خاص اور محبت و خدمت کے ثمرہ میں اپنے شیخ کے علوم اور فیض کا مورد بنے۔ آج عالم اسلام میں بلاشبہ ہزاروں مراکز اور شیوخ حدیث کے سلسلے حضرت مدنی سے بلاواسطہ یا بالواسطہ جاری ہیں۔ تصوف و ارشاد کا جو فیض جاری ہوا وہ اس کے علاوہ جہاد اور قربانیوں کی شکل میں مختلف حیثیتوں سے جو فوائد اور برکات دین کو پہنچے وہ اس سے الگ —

غرض یہ سب ادب، محبت اور عاشق بننے کے نتائج ہیں۔ اگر اساتذہ اور شیوخ سے محض رسمی تعلق ہو کہ درسگاہوں میں انہیں اجیر سمجھ کر رہے، کتاب ختم کی تو چلے گئے تو اس علم کی کوئی برکت نہ ہوگی۔ افسوس کہ آج یہ چیزیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ اساتذہ اور شیوخ سے رابطہ نہیں رہتا حالانکہ انبیاء اولیاء، شیوخِ طریقت سے اپنے متبعین شاگرد اور مریدین کو بھی جو فیض ہوا وہ عاشق، فدائی اور جان نثار بن کر ہوا — اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح ادب اور محبت کی توفیق عطا فرماوے — وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین۔

■■

ادارۂ الحق حسب ذیل حضرات کا تہ دل سے ممنون ہے، جنہوں نے پچھلے دنوں اپنے حلقۂ رسوخ میں سے نئے خریدار مہیا فرما کر اس دینی تبلیغ کے فروغ و اشاعت میں حصہ لیا — جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین —

جناب مولوی عزیز الرحمان متعلم دارالعلوم کراچی (دس خریدار) جناب معراج محمد صاحب پشاور (۴ خریدار) جناب الحاج انعام احمد صاحب مردان (۲ خریدار) جناب قاری محمد اسلم صاحب۔ بلوچستان (ایک خریدار) جناب الحاج محمد نعیم ہاشمی ڈرائنگ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول رستم (ایک خریدار) جناب عنائت اللہ صاحب سفیر دارالعلوم حقانیہ (۴ خریدار) جناب حافظ محمد یسین کرنالوی مدرس کاشف العلوم کوٹ پنڈیداس (ایک خریدار) جناب محمود الحق صاحب حقانی (ایم۔ایس۔سی آنرز) پشاور یونیورسٹی (۳ خریدار) جناب مولانا فتح الجمیل صاحب لائل پور (ایک خریدار) جناب مولانا جلال الدین صاحب بھیرو پراچگان (۳ خریدار) جناب مولانا صاحبزادہ نور الہٰی صاحب جلباری شریف (ایک خرید) جناب مولانا شفیع اللہ صاحب مدرس حقانیہ (ایک خریدار) جناب عبدالمنان صاحب اسلامی کتب خانہ نوشہرہ (ایک خریدار) جناب قاری عبدالغفار صاحب درّہ آدم خیل کوہاٹ (۷ خریدار) جناب قاضی انوار الدین صاحب دارالعلوم حقانیہ (۴ خریدار)

مشاہدِ حج — ترتیب و انتخاب

از حضرت علامہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم

وادیٔ ابراہیمؑ کے روح پرور مناظر

حجر اسود — بہشتی پتھر

بات جو گذری ہوئی ہے، اُسے کیسے چھپاؤں، روایات کی روشنی میں حجر اسود جو کچھ میرے لئے تھا اس باب میں اپنے نقطۂ نظر کا ذکر کر چکا ہوں، میرے لئے وہ نمائندگی کر رہا تھا، آدمؑ و شیثؑ، ادریسؑ و نوحؑ کے ساتھ ساتھ قوموں کے امام ابراہیم خلیل اور ان کے فرزند ذبیح علیہم السلام کے مبارک ہاتھوں کی بھی اور یقین کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اور کسی جگہ کے متعلق کچھ بھی کہا جائے لیکن بغیر کسی شک و شبہ کے کعبہ کا یہ وہی پتھر ہے، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے لمس اور لبِ اقدس کی تقبیل کی سعادت قطعی طور پر حاصل ہوئی ہے۔ الغرض ایمان کی آنکھوں سے تو نہ پوچھئے کہ ذہن کہاں کہاں تک پہنچتا تھا، اور اڑتا ہوا دماغ کن بلندیوں کو چھو لیتا تھا، سچ تو یہ ہے کہ مخلوقات سے گزر کر خالق تک کے یمین (دستِ راست) کی تجلی اسی سیاہ پتھر سے تڑپ تڑپ کر نکل رہی تھی، اور ایمان کی آنکھ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی لیکن اسی کے ساتھ اب کیا بتاؤں کہ پہلی دفعہ رات کی پچھلی گھڑیوں میں جب حجر اسود کے چومنے کی سعادت سے سرفرازی میسر آئی تو اس وقت میں نے کیا پایا، کوئی تشبیہ سمجھ میں نہیں آتی کچھ ایسا معلوم ہوا کہ کوند کر کوئی بجلی تھی جو چاندی کے پتروں میں مڑھے ہوئے اس کالے پتھر کے ان ٹکڑوں سے میرے ظاہر و باطن میں جذب ہوگئی۔ ناقابلِ بیان سرور و نشاط کا ایک کیفِ مجہول تھا جو میرے وجود میں ہلچل مچائے ہوئے تھا، ایک حال تھا، نہیں کہہ سکتا کہ کیا حال تھا، باہر کی کوئی تاثیر تھی یا ایمانی مشاہدات کے نتائج نے ناسوتی رنگ اختیار کر لیا تھا، لیکن بات کچھ اسی رنگ میں پیش آئی ——

لاکھوں کی اس بھیڑ میں سب سے بڑی محرومی اپنی یہ محسوس ہوتی تھی کہ براہ راست حجر اسود کی تقبیل و

لمس یعنی بوسہ دینے کی آرزو دل میں ہی دل میں رہی جاتی تھی، خیال آتا تھا کہ از آدمؑ تا خاتمؑ حضرات انبیاء علیہم السلام کے دست مبارک کی قائم مقامی جو پتھر کر رہا ہے، تواتر کی روشنی میں جانتا ہوں کہ ان بزرگوں کی تقبیل ولمس سے خانہ کعبہ کا یہ پتھر مشرف ہے، اس کو چومنا اور اس پر ہاتھ رکھ کر کلمہ شہادت و دعوت کے عہد و میثاق کی تجدید کی تمنا دل کو تڑپا رہی تھی۔ "ید اللہ فوق ایدیھم" کا قرآنی اشارہ حوصلہ میں اور بلندی پیدا کرتا تھا، صحیح حدیثوں میں پڑھا تھا کہ کعبہ کی دیوار کا یہ پتھر آسمان و زمین کے خالق و مالک کا یمین اور سیدھا ہاتھ ہے، اللہ اللہ! اللہ کا داہنا ہاتھ بڑھا ہوا تھا، وہی ہاتھ جو اول سے آخر تک سارے انبیاؑ کے مبارک و مقدس ہاتھوں پہ تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسی کے ساتھ لپٹ جاؤں، پکڑ لوں اس ہاتھ کو، کہ پھر وہ ہاتھ سے نہ چھوٹے لیکن انسانوں کا طوفان تھا جو اس پتھر کے اردگرد ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ گھسنے والے بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے سنگ اسود تک پہنچنے کی کوششوں میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ خواجہ حافظ کی مشہور غزل کے اشعار مجسم ہو کر سامنے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کھڑے ہیں، گویا ان کے قلم نے ٹھیک اسی موقع کی تصویر کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں:

چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب — کہ می رقصند باہم مست و ہشیار

ازیں افیوں کہ ساقی در مے افگند — حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

دیکھتا تھا اور دل کہتا تھا ۔

خرد ہر چند نقد کائنات ست — چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار

"عشق کیمیا کار" کی گرمی بازار کا حال دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا، نہ بڑوں کی بڑائی باقی تھی اور نہ چھوٹوں کا چھوٹا پنا، لوگ تھے کہ گرے پڑتے تھے، اور پکارنے والا پکار رہا تھا ۔

سکندر را نمی بخشند آبے — بزور زر میسر نیست ایں کار

یہ مبالغہ نہیں واقعہ ہے، اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے، کہ لاکھوں میں نہیں تو یقیناً ہزاروں میں چند ہی خوش قسمت تھے جو کسی نہ کسی طرح انسانی بحر مواج کو چیرتے پھاڑتے کعبہ کے اس سیاہ پتھر تک براہ راست پہنچنے میں کامیاب ہوتے تھے، دردناک منظر غریب نجدی حاجیوں کا تھا، سنگدلی میں حالانکہ انکی شہرت ہے۔ لیکن اس سیاہ رنگ کے عشق میں ہم دیکھتے تھے، کہ آج بجائے دل کے ان کے سر گویا پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ سعودی حکومت کی پولیس کے جوان ہاتھوں میں بید لئے ہوئے حجر اسود کے گرد کھڑے ہوئے تھے، نجدی دیوانہ حاجی ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر استلام کو ناکافی ٹھہراتے ہوئے حجر اسود کی تقبیل کے

ؒ یعنی بجائے بوسہ کے دور سے حجر اسود کیطرف اشارہ ہی شرعاً جو کافی سمجھا جاتا ہے، نجد کی وادی والوں کے نزدیک وہ ناکافی تھا۔ ۱۲

لئے جا رہ پر کمیل کر جب حجر اسود تک پہنچ جاتا اور بوسہ کیلئے اپنے سر کو جھکاتا کہ اچانک تڑاتڑ انتہائی بے دردی کے ساتھ نجدی پولیس کے سپاہی کی بید اس غریب کے سر پہ برسنے لگتی۔ بید پہ بید سپاہی مارتا جا رہا ہے۔ لیکن پتہ چلتا تھا کہ ان کو نجدی حاجی پھول سمجھ رہا ہے، اور سنگ اسود کیساتھ لپٹا ہوا ہے۔

منیٰ
اسماعیلؑ کی قربان گاہ

الغرض کتابوں میں پڑھے ہوئے تاریخی مقامات یا جو سنتے ہوئے تھے، اب دیکھے ہوئے بنتے چلے جا رہے تھے۔ بڑھتے ہوئے سامنے قربانی کا وہ میدان (منحر) منیٰ نام والا بھی آ ہی گیا، اسی وادی میں دو باپ بیٹے ابراہیم خلیلؑ و اسماعیل ذبیح دونوں اللہ کے ان راستباز مخلص بندوں نے اس دین کا پہلا سنگ بنیاد نصب کیا تھا، جس دین کے ماننے والوں کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنا سب کچھ اسی کے سپرد انہوں نے کر دیا۔ جس کا سب کچھ ہے، بجز قرآنی الفاظ "اسلما وتلہ للجبین" جب دونوں باپ بیٹے مسلمان ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل ٹیک دیا۔ کا کھلا ہوا اقتضاء و مفاد ہے، اسی دن کے "اسلما" نے اس دین کو پیدا کیا جس کا نام "اسلام" ہے۔

بہرحال ہم "اسلام" سپردگی تمام "کلی تفویض" والی اس وادی میں آخر پہنچ ہی گئے۔ یہ ایک غیر آباد مقام تھا، لیکن چند دنوں کیلئے دنیا کے بڑے سے بڑے شہر کی آبادیوں سے دعویٰ ہم سری کرنے لگتا ہے۔ سنگین یک منزلہ دو منزلہ مکانوں کی دو طرفہ قطاروں کے بیچ میں ادسط درجہ کی خام سنگریزوں سے بھری ہوئی ایک سڑک نکلتی ہے۔ صحیح طور سے یاد نہیں رہا یا دیکھنے کا موقع نہ ملا کہ اس سڑک کے دو رویہ مکانوں کا جو سلسلہ ہے۔ ان کے سوا بھی دوسری سمتوں میں مکانات ہیں یا نہیں، ہمارے اونٹ اسی مرکزی سڑک میں داخل ہو گئے، شروع میں ایک ترشے ہوئے پہاڑ کے پاس جمرۃ العقبہ ملا، جمال ہمارے اونٹ کا چلانے والا جو راستہ بھر "میزان" "میزان" کی صداؤں سے کان کو بہرہ کئے ہوئے تھا یعنی ہر تھوڑی دیر بعد ہم شغدف نشینوں کو حکم دیتا کہ وزن برابر رکھو کسی ایک طرف زیادہ بار نہ ڈالو اسی جمال نے "شیطان اکبر" یا بڑے شیطان کا نعرہ مارا۔ بڑے بڑے کے ہندی لفظ کا عربی تلفظ تھا۔ شتر سوار اس کے ہندی ہیں ان کی رعایت کر کے عربی کا گویا ہندی میں ترجمہ کر رہا تھا اور اتنی ہندوستانی زبان (اردو) سے تقریباً مکہ اور مدینہ میں کاروبار کرنے والے بہرحال واقف ہوتے ہیں۔

وہ آگے بڑھا اور "شیطان اوسط" یا منجھلے شیطان کی علامت ایک مخروطی گول تودے کی شکل میں جو تھی اسی کے آس پاس کسی جگہ اونٹ کو ٹھہرا لیا۔ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کے اترنے کی جگہ منجھلے شیطان کے پڑوس ہی میں مقرر کی گئی الجنس الی الجنس میل کی مستمر طریقے کے سوا بخت و اتفاق کے اس دلچسپ حادثہ

کی توجیہہ اور کیا کی جائے ـــــ

خیر اب جو کچھ بھی سمجھیے ، اتارے گئے ہم لوگ "مجھلے شیطان" کے قدموں ہی میں ، دن کا آخری حصہ تھا جس طرح سب نے گزارا ہم نے بھی گزارا ، کوئی خاص بات قابلِ ذکر پیش نہ آئی ، صبح ہوئی ، اونٹ موجود تھے ۔ اب تلاش و جستجو کی حاجت نہ تھی ، خیمہ خرگاہ سب لدگیا اور اس وادی کیطرف انسانوں کا سیلاب چل پڑا جس میں تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے نسلِ انسانی کی غیر معمولی تعداد اکٹھی ہوتی رہی ہے ۔ اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی ، چلے جا رہے تھے ، صبح کا سہانا وقت تھا ، بے آب و گیاہ ، بے سنگ و میل وادی کے ان چٹیل میدانوں میں جن میں شمالاً و جنوباً و شرقاً و غرباً پست پہاڑیوں کی قطاریں پھیلی ہوئی تھیں ـــ خیال آتا کہ یہ کتنا بڑا میلہ ہے ۔ ؟ پھر وسوسہ ہوتا کہ دنیا میں میلوں ٹھیلوں کی کیا کمی ہے ۔ قوموں کی یہ عام عادت ہے ، دل جواب دیتا ، دیکھنے کی بات یہ نہیں ہے کہ کتنے لوگ جمع ہوئے ، بلکہ سوچنے کا مسئلہ یہ ہے کہ انسانیت کا یہ اجتماع کس کیلئے ہو رہا ہے ۔ ؟

ناچنے ، گانے بجانے ، تھرکنے ، پینے پلانے ، کھیل کھیلنے کے مخلوط و غیر مخلوط میلوں کو تو جانے دیجئے ، دین اور دھرم کی چھاپ جن میلوں اور ٹھیلوں پر لگائی جاتی ہے یا لگی ہوتی ہے ۔ دین ہی کے نام پر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں ، اس باب میں ان کا حال کیا ہے ۔ ؟ واقعہ تو بتا رہا ہے ۔ کہ جمع ہونے والے جہاں کہیں بھی جمع ہوتے ہیں کسی مخلوق ہی کے نام پر جمع ہوتے ہیں ۔ یلد اور یولد کے داغ سے کسی کا دامن پاک نہیں ، الا یہ کہ زمین کے اس سارے کرۂ پر ایشیاء ، افریقہ ، یورپ و امریکہ کے بیچ میں عرفات ہی کے میدان کا میلہ وہ میلہ ہے جس میں اکٹھے ہونے والے بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ "کائنات کے خالق قدوس" اور صرف کائنات کے خالق قدوس ہی کی بزرگی اور بڑائی کے نعروں کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں ، اس کے قدموں پر لوٹنے کیلئے زندگی کی ساری کوتاہیوں کی تلافی کیلئے چلے آتے ہیں ، ہند سے ، سندھ سے ، چین سے ، ماچین سے ، ترک سے ، تاجیک سے ، مراکو سے ، فاوران (روس) اور افریقہ کے مغربی شمالی و جنوبی حصوں سے تیونس سے سوڈان سے مصر سے اور لیبیا سے اور کیا کیا بتایا جائے کہ کہاں کہاں سے کن کن راستوں سے عمران تمدن سے ان دور افتادہ مقامات سے بھی ، جہاں اسٹیشن تک پہنچنے والے کبھی کبھی دنوں میں نہیں مہینوں میں پہنچتے ہیں ، کچھ اسی قسم کے خیالات میں ڈوبے ہوئے ہم بالآخر اس "موقف اعظم" تک پہنچا ہی دیئے گئے جہاں کے وقوف اور قیام کے بغیر حج کے قالب میں حج کی روح پیدا نہیں ہوتی ۔ یہی حج کا رکن اکبر ہے ، جس کے بغیر کسی کا حج ، حج نہیں ہوتا ۔

حد نظر تک جدھر دیکھئے گردن موڑیئے خیموں کے جنگلوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ۔

سے خیمے ہی خیمے، نہ ایک درخت، نہ کوئی جھاڑی، نیچے ریت اوپر آسمان، اور زمین کی پشت پر طنابوں سے بندھے ہوئے، حجاج کی بارگاہیں۔

عرفات
محشر کا سماں

ایک طرف دن بھی پگھلتا چلا جا رہا تھا، اور اسی نسبت سے دل بھی پگھل رہے تھے، اللہ اللہ خیموں کے اندر کی چیخ و پکار، گریہ و بکا، نالہ و زار، توبہ و استغفار شاید زمین بھی کانپ رہی تھی۔ آسمان بھی تھرا رہا تھا، آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے بیگانہ ہوتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی مخلوق کو دوسری مخلوق کی خبر نہیں ہے۔ سامنے سب کے گویا صرف ان کا ارحم الراحمین، غافر الذنب، قابل التوب، الغفور الرحیم خالق کے سوا کوئی دوسرا باقی نہ رہا تھا —— اپنے وجدان کے شخصی آئینے میں مجھے تو کچھ ایسا دکھائی دے رہا تھا، کہ ہر ایک کا ماضی، حال کے مرقع میں کھینچ کر ہر ایک کے سامنے گویا کھڑا ہے، خیر کے متعلق تو نہیں کہہ سکتا لیکن قرآنی آیت، یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء۔ (ہر شخص نے جو کچھ بھلا برا کیا ہے، اس دن اس کو حاضر پائے گا۔) میں سوء (برائی) کے جس ثانوی بروز و ظہور کی اطلاع دی گئی ہے۔ اس واقعہ کی ایک جھلک آج دکھائی جا رہی تھی۔ اور یوں اس حال میں یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم۔ (اس دن واپس ہوں گے لوگ بکھرے ہوئے تاکہ دیکھیں اپنے کرتوتوں کو) کا استقبالی نظارہ بھی جھلک رہا تھا۔ گویا یوں سمجھئے کہ ماضی حال اور حال مستقبل بنا ہوا تھا۔ تینوں زمانے ایک دوسرے میں آج مدغم اور مندمج ہو کر ایک ناقابلِ بیان کیفیت کو پیدا کئے ہوئے تھے۔

دیوانوں کے لئے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ہو" "بس" ہوتی ہے، پھر جہاں ہاؤ ہو، شور و غل کے ہنگاموں کا یہ حال ہو سوچا جا سکتا ہے، کہ عشق سوختوں پر ان کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ جاننے پہچاننے والے رفیقوں کیلئے "مجہول مطلق" بن جانے یا بنا دئے جانے کی زحمت میں رحمت کا جو مخفی پہلو تھا، اب سامنے آیا ——

اخذتہ العزۃ بالاثم۔ (پکڑ لیا عزت (کے خیال) نے اس کو گناہ کے ساتھ) کے نفسیاتی نزغ کی جڑ ہی گویا کٹ چکی تھی، مولویت، پروفیسریت، خطابت اور خدا جانے اور کیا کیا بلا اس قسم کے جتنے لفافے اوپر سے چڑھے ہوئے تھے، اپھٹ پھٹ کر عرفاتی جھونکوں کی نذر ہو چکے تھے —— کتابوں میں وادیٔ عرفات میں آنے والی عرفاتی ہستیوں کے جو تاریخی اقوال یا نعرے پڑھنے میں آئے تھے ایک ایک کر کے آج یاد آتے چلے جاتے تھے، سب سے زیادہ دھنے والا جس پر سر دھن رہا تھا اور اس راہ کے مشہور راہی فضیل بن عیاض نور اللہ روحہ و ضریحہ کے قلب مبارک کی پکار اسی وادی میں اسی دن، ان کی جان کی یہ بے پناہ کراہ، واسوتاہ وان غفرت لی۔ (ہائے رے میری رسوائی خواہ تو مجھے بخش ہی کیوں نہ چکا ہو) یاد آ کر تڑپا تڑپا دیتی

تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اُبل اُبل کر فطرت کی باطنی گہرائیوں سے " واحسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن الساخرین۔ (افسوس ہے اپنی ان زیادتیوں پر جس کا اللہ کے پہلو میں مرتکب ہوا اور تھا مذاق اڑانے والوں میں) کی موجیں آآ کر ندامت و خجالت میں غوطے پر غوطے دیتی چلی جا رہی تھیں اور کیا کیا بتایا جاوے کہ کن کن پر کیا کیا گزر رہا تھا، اب آفتاب مغربی افق کے آخری کنارے تک پہنچ چکا تھا، کلیجے خون تھے، آفتاب سُرخ تھا حسرت ویاس کی نگاہ سے ۹ ذلحجہ کے اس تاریخی دن کو ہر ایک رخصت کر رہا تھا۔ زندگی بھر کا سودا تھا، جو آج چکایا جا رہا تھا، آنے والوں کو یہاں تک پہنچنے کا موقعہ خدا ہی جانتا ہے کہ کیسے مل گیا تھا۔ کون جانے کہ ختم ہونے کے بعد عرفات کے اس میدان میں مغفرت و آمرزش عام کے اس پاک دن کے گزارنے کا موقعہ ملے گا، بے ساختہ سینوں سے چیخیں نکل رہی تھیں، بلبلانے والے بلبلا رہے تھے، رو رہے تھے، چلّا رہے تھے ـــــ

وضاحت

● بعض حضرات ساجد میں لاوڈ سپیکر لگا کر نعت خوانی وغیرہ کے ذریعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا نام صراحتاً استعمال کر کے یا صرف مدرسہ اکوڑہ یا دارالعلوم اکوڑہ کے نام سے لوگوں کو اشتباہ میں ڈال کر چندہ جمع کرتے ہیں۔ لہٰذا اہلِ خیر حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ان حضرات کو دارالعلوم حقانیہ کیلئے چندہ نہ دیں۔

● دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کیطرف سے چند مستقل سفیر مقرر ہیں جن کے پاس شناختی کاغذات، مہر شدہ رسیدیں اور روئیداد وغیرہ ہوتی ہیں اور وہ چندہ لیتے وقت ایک ایک پائی کی رسید دیتے ہیں۔

● رقم کی وصولی پر دفتر اہتمام (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) سے بھی ایک رسید روانہ کی جاتی ہے۔

● دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے کوئی سفیر غیر ممالک میں نہیں بھیجا گیا، غیر ممالک کے اہلِ خیر حضرات بذریعہ ڈاک دارالعلوم کی امداد کر سکتے ہیں۔

سلطان محمود ناظم دفتر اہتمام
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ضلع پشاور
پاکستان

از حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا مدظلہ (سہارنپور)

ـــــ خدا کے برگزیدہ بندوں پر کیا گزری

★ ـــــ حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات کے میدان میں شام کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نہایت بیتابی سے رو رہا ہے۔ اور بے چینی سے روتے ہوئے چند شعر پڑھ رہا ہے، جن کا ترجمہ یہ ہے، کہ وہ کتنی پاک ذات ہے، وہ ہر عیب سے پاک ہے، اگر ہم کانٹوں پر اور گرم سوئیوں پر اس کے سامنے سجدے میں گریں تب بھی اس کی نعمتوں کے حق کا عشر عشیر بھی ادا نہ ہو بلکہ عشر عشیر کا عشر عشیر بھی ادا نہ ہو اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے ؎

کم قد زللت فلم اذاکرک فی زللی	وانت یا مالکی بالغیب متذکرنی
کم اکشف الستر جہلا عند معصیتی	وانت تلطف لی حلماً و تسترنی

اے پاک ذات میں نے کتنی مرتبہ لغزشیں کیں اور کبھی اپنی لغزش میں تجھے یاد نہ کیا، اور میرے مالک تو مجھے غائبانہ ہمیشہ یاد کرتا رہا۔ میں اپنی جہالت سے کتنی مرتبہ گناہوں کے ساتھ اپنی پردہ دری کر چکا ہوں اور تو اپنے حلم کیساتھ مجھ پر لطف و مہربانی کرتا ہے، اور میری پردہ پوشی کرتا ہے۔ حضرت بشر کہتے ہیں، کہ پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ تھے، تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابو عبید خواص تھے جو ممتاز بزرگوں میں ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ ستر برس تک آسمان کیطرف منہ نہیں اٹھایا، کسی نے ان سے اسکی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے، کہ اتنے بڑے محسن کیطرف اس سیاہ منہ کو اٹھاؤں۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اللہ کے فرمانبردار بندے تو اسقدر

عاجزی کریں اور اپنی حسن عبادت کے باوجود اللہ جل شانہٗ سے اس قدر شرمائیں اور گنہگار اپنے گناہوں پر نہ شرمائیں اور ناز کریں یا اللہ اپنے پاک چہرے کیطرف نظر کرنے سے قیامت میں ہم کو محروم نہ کیجئے اور اپنے صالح بندوں کی برکات سے ہمیں بھی منتفع فرما اور دارین میں ان کے زیر سایہ رکھ۔ (روض، ۵)

★ —— حضرت شبلیؒ جب عرفات پر پہنچے تو بالکل چپ چاپ رہے، کوئی لفظ بھی زبان سے نہیں نکلا جب وہاں سے منیٰ کیطرف چلے حد حرم کے جو دو نشان ہیں ان سے آگے بڑھ گئے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: میں چل رہا ہوں اس حال میں کہ میں نے اپنے دل پر تیری محبت کی مہر لگادی۔ تاکہ اس دل میں تیرے سوا کسی کا گزر نہ ہو، کاش! میں اپنی آنکھوں کو اس طرح بند کر تا کہ تیرا دیدار نصیب ہونے تک کسی کو بھی نہ دیکھتا۔ دوستوں میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو ایک ہی کے ہو رہتے ہیں، اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں دوسروں کی بھی شرکت ہوتی ہے، لیکن جب آنکھوں سے آنسو نکل کر رخساروں پر بہنے لگتے ہیں جب ظاہر ہوجاتا ہے، کہ کون واقعی عذر رہا ہے۔ (روض) ؎

علو میں اور مجھ میں غور کر لو فرق اتنا ہے کوئی بنتا ہے دیوانہ کوئی ہوتا ہے دیوانہ

★ —— ابو عبداللہ جوہری کہتے ہیں، کہ میں ایک سال عرفات کے میدان میں تھا، میری ذرا آنکھ سی لگی تو میں نے دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے، ایک نے ان میں سے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا، ساتھی نے جواب دیا کہ چھ لاکھ آدمیوں نے حج کیا لیکن ان میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا مجھے یہ بات سنکر اس قدر رنج ہوا، دل چاہا کہ منہ پر طمانچے ماروں اور اپنی حالت پر خوب روؤں، اتنے میں اس پہلے فرشتہ نے پوچھا کہ جن لوگوں کا حج قبول نہیں ہوا ان کے بارہ میں اللہ جل جلالہ نے کیا معاملہ فرمایا، دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ کریم نے کرم کی نگاہ فرمائی اور مقبولین میں سے ہر ایک کے طفیل ایک ایک لاکھ کا حج قبول فرمالیا، اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے، وہ اپنا فضل و انعام جس کو چاہے بخشدے۔ (روض)

★ —— حضرت فضیل بن عیاض مشہور بزرگ ہیں۔ عرفات کے میدان میں لوگ تو سب کے سب کثرت سے دعائیں مانگ رہے تھے اور وہ ایسی بری طرح رو رہے تھے جیسے کسی عورت کا بچہ مرگیا ہو اور وہ غم کی آگ میں جل رہی ہو۔ جب غروب کا وقت ہونے لگا تو اپنی داڑھی پکڑ کر آسمان کیطرف منہ اٹھایا اور فرمانے لگے اگر تو معاف بھی کردے تب بھی میری بدحالی پر انتہائی افسوس ہے (احیاء ۲) ابن عربی نے بھی محاضرات میں اس قصہ کو نقل کیا اور اس پر یہ اضافہ کیا کہ مطرف یہ دعا کرتے

تھے۔ اے اللہ میری موجودگی کی وجہ سے ان سب کو تو محروم نہ فرما اور بکر بن عبداللہ کہہ رہے تھے یہ عرفات کا میدان کسقدر اشرف مقام ہے، اور اس کے حاضرین کیلئے کسقدر باعث رضا ہے، اگر میرا وجود یہاں نہ ہوتا ـــــــ

★ ـــــــ حضرت مالک ابن دینارؒ فرماتے ہیں میں نے سفر حج میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ جب لوگوں نے احرام باندھا اور لبیک کہا تو وہ چپ تھا میں نے کہا تم لبیک نہیں پڑھتے، کہنے لگا مجھے یہ ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور وہاں سے جواب ملے لالبیک ولاسعدیک، نہ تیری لبیک معتبر نہ سعدیک معتبر۔ نہ میں تیرا کلام سنتا ہوں نہ تیری طرف التفات کرتا ہوں، اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے راستے راستے اسکو نہیں دیکھا آخر میں منیٰ میں وہ نظر پڑا اور اس نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: کہ وہ محبوب جسکو میرا خون بہانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ میرا خون اس کے لئے حرم میں بھی حلال ہے، اور حرم سے باہر بھی خدا کی قسم اگر میری روح کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ کس پاک ذات کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے، تو وہ قدموں کی بجائے سر کے بل کھڑی ہو جائے ـــــــ ملامت کرنے والے مجھے اس کے عشق میں ملامت نہ کر اگر وہ تجھے نظر آجائے جو میں دیکھتا ہوں تو کبھی بھی لب کشائی نہ کرے۔ لوگ اپنے بدن سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، اگر وہ اللہ کی پاک ذات کا طواف کرتے تو حرم سے بھی بے نیاز ہو جاتے، عید کے دن لوگوں نے تو بھیڑ بکری کی قربانی کی لیکن معشوق نے میری جان کی اس دن قربانی کی، لوگوں نے حج کیا ہے اور میرا حج اپنی سکون کی چیز کا ہے۔ لوگوں نے قربانیاں کی ہیں میں تو اپنے خون کی اور اپنی جان کی قربانی کرتا ہوں اس کے بعد یہ دعا کی: اے اللہ لوگوں نے قربانیوں کے ساتھ تیرا تقرب حاصل کیا۔ میرے پاس کوئی چیز قربانی کے لئے نہیں ہے سوائے اپنی جان کے میں اسکو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں تو اس کو قبول کرے، اس کے بعد ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر گیا۔ اس کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اللہ کا دوست ہے، خدا کا قتیل ہے، مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے اسکی تجہیز و تکفین کی اور رات بھر اسکی سوچ میں پریشان اور متفکر رہا، اسی میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں اسکو دیکھا میں نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا کہنے لگے کہ جو شہداء بدر کے ساتھ ہوا بلکہ اس پر بھی کچھ زیادہ ہوا، میں نے پوچھا کہ زیادہ ہونے کی کیا وجہ، کہنے لگے کہ وہ کافروں کی تلوار سے شہید ہوئے تھے اور میں عشق مولیٰ کی تلوار سے (ارض) اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بات میں ان سے زیادتی ہو کسی بات میں زیادتی ہو جانا کافی ہے، ورنہ ان حضرات کیلئے صحابی ہونے کا جو فضل ہے اسکو غیر صحابی کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

★ ——— حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ خاندان نبوت میں حضرت زین العابدین جیسا شخص کوئی بھی نہ تھا۔ (یعنی اپنے زمانہ میں) یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ہاشمی خاندان میں جتنے حضرات کا زمانہ میں نے پایا ہے، ان میں آپ افضل ترین شخص تھے۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ آپ سے زیادہ متقی میں نے نہیں دیکھا ان حالات پر بھی جب آپ حج کو تشریف لے گئے اور احرام باندھنے کا وقت آیا تو آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور لبیک نہ کہہ سکے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ لبیک نہیں پڑھتے، تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں جواب میں لا لبیک نہ کہہ دیا جائے۔ مگر جب لوگوں نے اصرار کیا کہ احرام کے وقت لبیک کہنا ضروری ہے تو آپ نے لبیک پڑھا اور بیہوش ہو کر سواری پر سے گر پڑے اور حج کے ختم تک یہی صورت رہی کہ جب لبیک کہتے یہی حالت ہوتی۔ حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت زین العابدین نے احرام باندھا اور لبیک کہنے کا ارادہ کیا تو بیہوش ہو کر اونٹنی پر سے گر گئے اور ہڈی ٹوٹ گئی۔ (تہذیب التہذیب)

★ ——— حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت امام باقر محمد بن علی جب حج کو تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف پر نظر پڑی تو اتنے زور سے روئے کہ چیخیں نکل گئیں، لوگوں نے کہا کہ سب لوگوں کی نظریں ادھر لگ گئیں، آپ چیخیں نہ ماریں، فرمایا شاید اللہ جل شانہ میرے رونے کی وجہ سے رحمت کی نظر فرمائے جس کی وجہ سے کل قیامت کے دن کامیاب ہو جاؤں اس کے بعد طواف کیا اور طواف کے بعد مقام ابراہیم پر جا کر نفل پڑھے، تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں کی وجہ سے بھیگ گئی تھی، آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ مجھے سخت رنج ہے، اور میرا دل سخت فکر میں مشغول ہے، کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کا رنج ہے۔ فرمایا کہ جس کے دل میں اللہ کا خالص دین داخل ہو جاتا ہے وہ اسکو اللہ کے ماسوی سے خالی کر دیتا ہے۔ اور دنیا ان چیزوں کے علاوہ اور کیا چیز ہے۔ یہی سواری ہے جس پر سوار ہو کر آئے ہو، یہی کپڑا ہے جسکو پہن رکھا ہے، یہی بیوی ہے جو مل گئی ہے یہی کھانا ہے جو کھایا ہے۔ (روض)

★ ——— حضرت شقیق بلخی کہتے ہیں کہ مجھے مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک اپاہج ملا جو گھسیٹ کر چل رہا تھا، میں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو، کہنے لگا سمرقند سے۔ میں نے پوچھا وہاں سے چلے ہوئے کتنا عرصہ گزرا کہنے لگا دس برس سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ بڑے تعجب اور حیرت سے اسکو دیکھنے لگا وہ کہنے لگا شقیق کیا دیکھ رہے ہو میں نے کہا تمہارے ضعف اور سفر کی درازی سے تعجب میں پڑ گیا کہنے لگا کہ شقیق سفر کی دوری کو میرا شوق قریب کر دے گا۔ اور میرے ضعف کا

متکفل میرا مولا ہے۔ اے شقیق! تم ایک ضعیف بندے سے تعجب کر رہے ہو جسکو اس کا مالک اٹھائے لئے جا رہا ہے۔ پھر اس نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: میرے آقا میں آپکی زیارت کیلئے جا رہا ہوں اور عشق کی منزل کٹھن ہے، لیکن شوق میں شخص کی تو مدد کیا کرتا ہے جسکی مال مدد نہیں کرتا جس کو راستے کی ہلاکت کا خوف ہو جاوے وہ عاشق نہیں ہے ہرگز نہیں ہے۔ اور نہ وہ عاشق ہے جس کو راستوں کی سختی ارادے سے روک دے (روض) ـــ

راہ یابم یا نیابم آرزوئے می کنم حاصل آید یا نہ آید جستجوئے می کنم

★ ـــــ شیخ فتح موصلی کہتے ہیں کہ میں نے جنگل میں نابالغ لڑکا دیکھا کہ وہ پیدل چل رہا ہے اور اس کے ہونٹ حرکت کر رہے ہیں میں نے اسکو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا صاحبزادہ کہاں جا رہے ہو، کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف جا رہا ہوں، میں نے پوچھا کہ تمہارے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، کہنے لگا کہ میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا، میں نے کہا ابھی تو تم مکلف بھی نہیں ہو، کہنے لگا کہ میں دیکھتا ہوں کہ موت مجھ سے کم عمر والوں کو بھی پکڑ لیتی ہے میں نے کہا تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ بہت دور ہے۔ کہنے لگا کہ میرا کام قدم اٹھانا ہے اور اللہ جل شانہ کا کام مقصود پر پہنچانا ہے۔ میں نے کہا کوئی توشہ کوئی سواری، کہنے لگا کہ میرا توشہ یقین ہے اور میری سواری پاؤں ہیں۔

★ ـــــ حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں کہ میں ۱۱۳ھ میں پیدل حج کو گیا جب میں مکہ معظمہ پہنچ گیا تو عصر کی نماز کے وقت جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا، وہاں میں نے ایک صاحب کو بیٹھے دیکھا کہ وہ دعائیں مانگ رہے ہیں اور یا رب یا رب اتنی مرتبہ کہا کہ دم گھٹنے لگا، پھر انہوں نے یاربّاہ یاربّاہ اسی طرح کہا کہ دم نکلنے لگا، پھر اسی طرح یا اللہ یا اللہ کہتے رہے کہ دم گھٹنے لگا۔ پھر اسی طرح یا حی یا حی لگاتار کہتے رہے، پھر اسی طرح یا رحمٰن یا رحمٰن پھر یا رحیم یا رحیم اسی طرح کہا کہ دم گھٹنے لگا۔ پھر یا ارحم الراحمین بھی اسی طرح کہا کہ سات مرتبہ دم گھٹنے لگا۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے یا اللہ میرا انگوروں کو جی چاہ رہا ہے وہ عطا فرما اور میری چادریں پرانی ہوگئی ہیں۔ لیث کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ان کی زبان سے یہ الفاظ پورے نکلے بھی نہ تھے کہ میں نے ایک ٹوکری انگوروں کی بھری ہوئی رکھی دیکھی، حالانکہ اس وقت روئے زمین پہ کہیں انگور کا نشان بھی نہ تھا، اور دو چادریں رکھی ہوئی دیکھیں۔ انہوں نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا کہ میں بھی ان میں آپ کا شریک ہوں، فرمایا کیسے، میں نے کہا جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین آمین کہہ رہا تھا فرمانے لگے آؤ کھاؤ لیکن اس میں سے کچھ ساتھ لے جانا، میں آگے بڑھا اور ان کے ساتھ ایسی عجیب چیز کھائی کہ عمر بھر ایسی چیز نہ کھائی تھی وہ عجیب قسم کے انگور تھے کہ ان میں بیج

بھی نہ تھا، میں نے خوب پیٹ بھر کر کھائے مگر اس ٹوکری میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں چادروں میں سے جونسی تمہیں پسند ہو لے لو، میں نے کہا کہ چادر کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ ذرا سامنے سے ہٹ جاؤ میں ان کو پہن لوں۔ میں پرے ہٹ گیا تو انہوں نے ایک چادر لنگی کی طرح باندھ لی۔ دوسری اوڑھ لی اور جو چادریں پہلے سے پہنے ہوئے تھے ان کو ہاتھ میں لیکر پہاڑ سے نیچے اترے، میں پیچھے ہولیا۔ جب صفا مروہ کے درمیان پہنچے تو ایک سائل نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے یہ کپڑا مجھے دیدیجئے اللہ جل شانہ آپ کو جنت کا جوڑا عطا فرمائے، وہ دونوں چادریں اس کو دے دیں۔ میں نے اس سائل کے قریب جاکر اس سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ اس نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق ہیں۔ پھر ان کے پاس واپس آنا چاہا کہ ان سے کچھ سنوں، مگر ان کا کہیں پتہ نہ چلا۔ (روض)

★ ——— عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کو گیا، آپ کے لئے نہ خیمہ لگتا تھا نہ چھولداری۔ ایک چادر یا چمڑا کسی درخت کے نیچے ڈال دیا جاتا۔ اس کے سایہ میں آپ تشریف رکھتے۔ (تاریخ الخلفا)

★ ——— ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ صلحاء کی ایک جماعت کے ساتھ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیٹھا ہوا تھا ہم میں ایک ہاشمی بزرگ بھی تھے ان پر غشی سی طاری ہوئی جب ان کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے میں نے جو کچھ دیکھا وہ تم نے بھی دیکھا۔ ہم نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آیا کہنے لگے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے طواف کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو کہنے لگے کہ ہم فرشتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تمہاری محبت حق تعالیٰ شانہ سے کیسی ہے، کہنے لگے ہماری محبت اندر سے ہے اور تمہاری محبت باہر سے ہے۔ (روض)

★ ——— حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے طواف کی حالت میں فرمایا کہ یہ بات سمجھ لے تو صالحین کے درجے کو اسوقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک چھ گھاٹیوں کو پار نہ کرے، اوّل یہ کہ تو نعمت کے دروازے کو بند کرے اور سختی کا دروازہ کھولے۔ دوسرے یہ کہ عزت کے دروازہ کو بند کرے اور ذلت کے دروازے کو کھولے۔ تیسرے یہ کہ راحت کے دروازہ کو بند کرے اور مشقت کے دروازہ کو کھولے۔ چوتھے یہ کہ سونے کے دروازہ کو بند کرے اور جاگنے کے دروازہ کو کھولے۔ پانچویں یہ کہ غنی کے دروازہ کو بند کرے اور فقر کے دروازہ کو کھولے۔ چھٹے یہ کہ امیدوں کے دروازے کو بند کرے اور موت کی تیاری کے دروازے کو کھولے۔ (روض)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب۔ احیاء العلوم۔ ماموں کانجن لائل پور
رکن اعزازی ادارۂ الحق

ایک نظر میں

۸۔ عقاید اسلامیہ اور مسائل اجماعیہ

۱۔ فقہ و عقاید کے اعتبار سے شریعت اسلامیہ کا المیہ | اب ان اسلامی عقاید اور اجماعی مسائل پر غور فرمایا جائے جن کو ادارۂ تحقیقات نے بگاڑا ہے ــــــ "ہم نے اب تک جتنی مثالوں کا انتخاب کیا ہے وہ قانونی و اجتماعی معاملات کی ہیں۔ لیکن عقاید کا دائرہ بھی ان سے کچھ کم نہیں ہے" (گویا مسلمانوں کا نہ صرف یہ کہ نظام قانون، نظام اجتماع، اور نظام معاملات غلط ہے۔ بلکہ نظام عقاید بھی) (فکر و نظر جلد ۴، ص ش ۱)

۲۔ اسلامی عقائد اور دور جدید | "دنیا کے متعلق جدید آدمی کا جو تصور ہے، باوجود ان تمام اختلافات کے جو اس میں پائے جاتے ہیں، وہ قرون وسطیٰ کے نقطۂ نظر اور روایتی طرز فکر سے مختلف ہے، سند کو مان لینا، اور خوش اعتقادی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، اور یہ سکہ جدید دنیا میں اب چالو نہیں رہا" (مطلب یہ کہ دین اسلام کا مدار نقل اور سند پر ہے، اور دور جدید کی مسخ شدہ عقلیت کو "سند" کے مان لینے سے "خوش اعتقادی" کا جن چھو جاتا ہے، اس لئے "اسلام" دور جدید کے لائق شان نہیں رہا، یہ ہے اصل تحقیق اسلامی) (حوالۂ بالا ص ۲۱)

۳۔ معراج نبوی | "معراج نبوی جو متواترات دین سے ہے، کے بارے میں فرمایا جاتا ہے یہ "بیکل ذہنیت" پرستی کی جس کا قرآن مجید سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، ایک مثال ہے" (حوالہ بالا)

۴۔ معجزات نبوی | سب دنیا جانتی ہے کہ معجزہ صداقت نبوت کی برہان ہوتا ہے۔ خود قرآن مجید میں بیسیوں معجزات اور آیات بینات کا ذکر موجود ہے، جو انبیاء علیہم السلام کو دئے گئے۔ لیکن

تحقیقاتی ادارہ کے ڈاکٹر صاحبان کا فتویٰ یہ ہے کہ " غرض قرآن مجید کی واضح تعلیمات کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کثیر التعداد معجزات منسوب کر کے ، آپ میں ایک حد تک شانِ ایزدی پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی " (حوالۂ بالا)

۵۔ مسئلہ شفاعت | اسی طرح مسلمانوں کے ہاں شفاعت کے مشہور عام عقیدہ نے جو شکل اختیار کی ، وہ عیسائیوں کے کفارہ کے عقیدہ کا جواب تھا " (گویا مسلمانوں کے عقاید کافروں سے اخذ کردہ ہیں ۔) (حوالۂ بالا)

۶۔ مسئلہ کرامت | "جب آپ سند کو مانتے ہیں تو اس کا نتیجہ لازماً خوش اعتقادی ہوتا ہے ۔ اور خوش اعتقادی ہی اصل مورث ہے ہر قسم کے جادو ، ٹوٹکے پر یقین کرنے ، کرامات پر زور دینے اور تعویذی شکل میں روحانی شعبدہ بازی کی " (حوالۂ بالا)

۷۔ اسلام کا نبیؐ اساطیری رنگ میں | " نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک اساطیری رنگ میں پیش کرنے کا یہ عمل ، جس کا مصدر و منبع ایک سے زیادہ عناصر تھے ، " راسخ العقیدہ گروہ " بھی برابر اس میں شریک رہا اور اسے اس نے قبول کیا ۔ (حوالۂ بالا)

۸۔ عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام | " یہ عقیدہ عیسائیت سے مستعار لیا گیا تھا اور کچھ عرصہ بعد اہل السنت والجماعت کے عقاید کا جزو بن گیا " (جلد ۱ ش ۱۲ ص ۱۱)

۹۔ آمد مہدی علیہ السلام | اسکی دوسری شکل وہ تھی جس نے شیعی حلقوں میں جنم لیا ، اور شروع کے صوفیاء کی کوششوں سے اہل السنت والجماعت کے عقاید میں جگہ پائی ، یہ تھا مہدویت کا عقیدہ ، (حوالۂ بالا)

۱۰۔ ایمان ذہنی کا عقیدہ | (اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ آدمی جب تک ضروریات دین کا قائل ہو صرف گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا ۔) " یہ ایک انتہا پسندانہ اقدام تھا ، بالآخر یہ اخلاقی لحاظ سے یہ خودکشی کا سا فعل ثابت ہوا ، یہ عقیدہ ، مسیحی عقیدہ استحقاق نجات یہ ایمان کا عین مین چربہ بن گیا "

(جلد ۱ ش ۱۰ ص ۹)

۱۱۔ نماز روزہ دیگر احکام قدامت پرستی کے اطوار | " جب شریعت کے پاسبانوں نے معاشرتی اور اعتقادی پہلو کو نظر انداز کر دیا تو نماز روزہ اور دیگر احکامات جو روحانی اور اخلاقی اقدار پیدا کرنے کیلئے تھے محض قدامت پرستی کے رسمی اطوار میں بدل گئے " (فکر و نظر جلد ۲ ش ۲ ص ۹۱)

۱۲۔ ارکانِ اسلام کا استہزا | " اسلام کے پانچ ستون گنائے گئے ہیں ، لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے لئے فرش کون سا ہے ، دیوار کونسی ہوگی ، اور چھت کونسی ہوگی ، یہ سوالات نہ تو پوچھے جاتے ہیں ، نہ

ان کا کوئی جواب دیتا ہے، دیوار، فرش اور چھت کا ذکر سننے ہی میں نہیں آتا، جب سنتے ہیں صرف "ستون" ہی کا نام سنتے ہیں۔" ملخصاً (حوالۂ بالا)

۱۳۔ زکوٰۃ ٹیکس ہے، اس کا بدلنا ضروری ہے، ورنہ سیکولرزم کا خطرہ ہے۔ (فکر و نظر جلد ۲ ش ۴ ص ۲۳۵ و جلد ۴ ش ۱ ص ۱۷)

۱۴۔ سود حلال ہے۔ | "قرآن کے زمانہ نزول میں صرف وہی جاہلی سود رائج تھا کہ جس سے راس المال کی مقدار "دوچند سہ چند" بڑھ جاتی تھی، اس چند در چند سود کے عمل کی وجہ سے ربوٰا کو حرام کر دیا، ورنہ "مفرد سود" کو حرام نہیں کہا۔" (گویا ۱۰۰ سو روپے پر اگر ننانوے روپے ننانوے پیسے سود لے لیا جائے تو مضائقہ نہیں کیوں کہ "دوچند" نہیں، البتہ اگر اس پر ایک نئے پیسے کا اضافہ کر لیا گیا تو چونکہ یہ دوچند ہو گیا۔ اس لئے ایسا کرنے والے کو خدا اور رسول سے جنگ کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے۔) (فکر و نظر جلد ۱ ش ۵ ص ۵۷)

۱۵۔ شراب حلال ہے | ادارہ کے سربراہ کا مشاورتی کونسل سے اختلافی نوٹ ملاحظہ کیجئے۔

۱۶۔ شراب کے بارے میں صحابہ کی غلطی | "خمر کے بارے میں تو قرآن کا واضح حکم نازل ہو گیا، لیکن دوسرے مشروبات کے بارے میں قطعی فیصلہ نہیں ہوا، چنانچہ بعض صحابہ (؟) نے خود ہی قیاس کرتے ہوئے دوسرے مشروبات بھی لنڈھا دیئے، ان میں "الفضیخ" قابل ذکر ہے۔" (صحابہؓ کی "قیاس آرائی" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکیر نہ فرمانا قابل غور ہے) (جلد ۴ ش، ص ۷۲)

۱۷۔ اگر حکومت سودی کاروبار کی متولی ہو تو وہ ہر طرح جائز ہو جائے گا۔ | "اگر حکومت تجارتی سود کا تمام نظم اپنے ہاتھوں میں لے لے تو میرے خیال میں اس کے جواز کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ فقہ کا اصول ہے "لا ربوا بین المولی و عبدہ" "آقا اور غلام کے درمیان سود جائز ہے۔" حکومت اور رعیت کے تعلق کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔" (لیجئے "دوچند سہ چند" کا فلسفہ بھی دھرا رہ گیا، حکومت اس "مقدس کاروبار" کو خود کرنے لگے تو بلا کسی شرط اور قید کے "جواز کی گنجائش" نکل آئی۔ پھر فقہی عبارت کے ترجمہ اور اس پر قیاسی عمارت" کا جو تحقیقی شاہکار پیش فرمایا ہے۔ کون کافر ہو گا جو اسکی داد دیئے بغیر رہے۔ ع

ایں چنیں ارکان دولت" ملک را ویراں کنند) (فکر و نظر جلد ۴ ش ۱ ص ۵۷)

۱۸۔ صغر سنی کی شادیاں ناجائز | "قرآن کی نص صریح نکاح کیلئے بلوغ کو شرط قرار دیتی ہے، اس لئے اس کے جواز پر اتفاق کنندگان کو تحریف قرآن بلکہ "تحریف سے بھی کچھ زیادہ سخت جرم کے مجرم قرار دینا چاہیئے۔" ملخصاً (یہ مجرم صحابہ کرام سے لیکر اب تک کے تمام علمائے امت ہیں باستثنائے بعض

اقوال شاذہ ، بعید نہیں کہ فردِ جرم عائد کرنے والے کے بعض آباء و اجداد نے بھی کسی وقت اس "ناجائز فعل" کی غلطی جائز سمجھ کر کرلی ہو ، اس صورت میں کیا کچھ نسبی الجھن پیدا ہو سکتی ہے۔ ؟)
(فکر و نظر مجلد ا ش ، ۸ ص ۴۲)

۱۹۔ "چونکہ تدوینِ فقہ کے دور میں بیشتر علمی مسندوں پر عجمی علماء اور ائمہ قابض ہو چکے تھے ، اور چونکہ ان کے اذہان اس "عجمیت" کی وجہ سے وراثتی طور پر صغر سنی کی شادیوں سے مانوس تھے اس لئے انہوں نے اسکی جرح و تنقید کئے بغیر اس حماقت "کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دیا ، ورنہ " اگر وہ جرح و تنقید فرماتے تو کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس تک ان کی رسائی نہ ہو سکتی " ملخصاً
(فکر و نظر جلد ا ش ، ۸ ص ۴۹ - ۵۲) (یہ بھونڈی منطق ائمہ اربعہ میں سے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرضاً جاری کر دیجئے ، لیکن امام مالکؒ ، امام شافعیؒ ، اور امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں کیا منطق ہو گی ۔ ؟)

۲۰۔ مسئلہ تعدد ازواج " قرآن حکیم نے چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت دے دی ہے ، اور (ساتھ ہی) یہ ارشاد فرمایا ہے کہ عام حالات میں الف :- ایک مرد کے لئے ایک ہی بیوی کا ہونا ہی "مثالی حیثیت " رکھتا ہے ۔ مگر چونکہ عرب معاشرے میں تعدد ازواج کی جڑیں گہری تھیں ، اس لئے اس وقت کے معاشرے کے ساتھ مصالحت کرنے کیلئے قرآن نے قانونی سطح پر تعدد ازواج کو ممکن حد تک تحدید اور پابندیوں کے ساتھ قبول کر لیا ۔ اور یہ صراحت بھی کر دی ، کہ " مثالی اخلاقی معاشرہ " وہ ہے جس میں ایک مرد کی ایک ہی بیوی ہو ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آرزو تھی کہ مسلمان اس معاشرے کو تدریجاً اپنائیں گے ، بہر حال تاریخی لحاظ سے ہوا اس کے برعکس ۔ (کیونکہ) رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد وسیع پیمانے پر مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوئیں ، جن کے نتیجہ میں مسلم معاشرے میں بہت بھاری تعداد میں باہر سے عورتیں اور لونڈیاں آئیں ، اور یہ چیز اس معاملے میں قرآن مجید کے اصل مقصد کیلئے رکاوٹ بن گئی "
(حاصل یہ کہ اسلام کی پوری تاریخ میں بشمول دور نبوی نہ ادارۂ تحقیقات کا " فرضی مثالی اخلاقی معاشرہ کبھی قائم ہوا ، نہ تمنائے نبوی بر آئی ، نہ قرآن کا اصل مقصد کبھی پورا ہوا ، بلکہ اسلامی فتوحات اس کے لئے رکاوٹ بنتی چلی گئیں ، انا للہ وانا الیہ راجعون) فکر و نظر جلد ۴ ش ۱ ص ۲۰

ب :- "سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اب تک کے تمام اکابر و اسلاف نے چودہ سو سال تک متواتر تعدد ازواج پر عمل کیا ، لیکن کسی نے اسے سنت "

تو نہیں کہا، تو آج ہمیں کیا حق ہے کہ ہم ان حضرات کے علی الرغم اسے سنت قرار دیں" (واقعی اس بدیع نکتہ تک کسی کا ذہن پہنچا ہی نہیں، ورنہ اس تحقیق اسلامی کے بعد کس نئے مجالِ دم زدن رہ سکتی ہے۔) فکر و نظر جلد ا ش ۱۱ ص ۱۴

ج۔ تعدد ازواج کے لئے نعت کی جنتری میں کوئی گنجائش نہیں۔ (حوالۂ بالا ص ۱۶)

د۔ تعدد ازواج قانونِ تخلیق کے منافی ہے۔ ص ۱۸

ہ۔ "یہ مشہور بات کہ اسلام عام حالات میں تعدد ازواج کا حامی ہے، ایک ایسی تہمت ہے جس کا قرآن حکیم متحمل نہیں" (فکر و نظر جلد ا ش ۱۲ ص ۲۰) (لیکن اس کا کیا علاج ہے، کہ یہ فرضی تہمت خود قرآن کی "قانونی سطح" اور تاریخ اسلام کے تسلسل نے لگائی جیساکہ اقتباس (الف) میں اس کا اقرار خود تحقیقاتی ادارہ تہمت تراشوں نے بھی فرمالیا ہے، ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز شود)

ز۔ واقعہ یہ ہے کہ تعدد ازواج کا مفہوم آیت "مثنیٰ وثلث وربٰع" سے جن حضرات نے اخذ کیا، (اور وہ پوری امت ہے) اس میں ان کا کوئی قصور نہیں، قصور اس اصول شکنی کا ہے، جو اس سلسلہ میں سرزد ہوگئی ہے" (لیس بیچارے مفسرین اور تمام علماء امت جو نہ تو اس اصول کو سمجھ پائے جس کا لحاظ یہاں ضروری تھا، نہ انہیں اتنی عقل آئی کہ یہاں کوئی اصول ٹوٹ تو نہیں رہا۔ وہ تو بلاشبہ بے قصور ہیں۔ البتہ "اصول شکنی" کو تختۂ دار پر کھینچنا چاہیے، کہ وہ آپ سے آپ اس آیت میں کیوں گھس آئی۔) فکر و نظر جلد ا ش ۱۲ ص ۳۴

۲۱۔ مسئلہ طلاق | قرآن کریم کی رو سے طلاقیں صرف تین مرتبہ الگ الگ وقفہ کے ساتھ ہوسکتی ہیں۔ اور ایک عدت کے شروع ایک طلاق ہوسکتی ہے" فکر و نظر جلد ۲ ش ، ص ۲۲۴

ب۔ "قرآن کریم کی رو سے کئی کئی طلاقیں (دو یا تین) ایک وقت میں نہیں دی جاسکتیں، اور نہ مختصر وقفوں کے ساتھ ہی (ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق کرکے) دی جاسکتی ہیں، یہ صورت (جسکے اکثر ائمہ دین، صحابہ وتابعین قائل ہیں ادارہ تحقیقات کے بقول) قرآنی حکم کو پامال کرنے اور اس کے استخفاف اور استہزاء پر مشتمل ہے" فکر و نظر جلد ۲ ش ، ص ۲۲۴

ج۔ "تمام صحابہ وتابعین، اور ائمہ فقہاء نے بالاتفاق (سوائے امام شافعیؒ) بیک وقت دو تین طلاقیں دینے کو حرام، ممنوع، اور ناجائز کہا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت قائل ہے۔ کہ باوجود حرام، ممنوع اور ناجائز ہونے کے اگر کوئی شخص ایسی حماقت کر بیٹھے تو تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں، اور بیوی مغلظ طور پر اس کے لئے حرام ہوجاتی ہے" جلد ۲ ش ، ص ۲۲۵

د - " اکثریت کا یہ فیصلہ کیوں ہے - ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کوئی فیصلہ ثابت نہیں، اس سلسلہ کی تمام روایات ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ البتہ خلیفہ راشد حضرت عمرؓ سے یہ فیصلہ ثابت ہے، لیکن ان کا یہ فیصلہ (جو ادارۂ تحقیقات کی نظر میں قرآنی روح کو پامال کرنے اور اس کے استخفاف واستہزا پر مشتمل ہے۔) وقتی ضرورت اور ہنگامی مصلحت کے ماتحت تھا، اور صحابہؓ، تابعین اور ائمہ فقہاء کی اکثریت کا فیصلہ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کے ماتحت تھا، چونکہ وہ ضرورت اور مصلحت اب باقی نہیں رہی۔ اس لئے ہمیں شریعت اسلامی کے "اصل حکم" کی طرف لوٹنا چاہیئے" (اور حضرت عمر، صحابہ، تابعین اور ائمہ فقہاء کی اکثریت کے فیصلہ پر عمل کر کے قرآنی روح کو پامال کرنے اور اس کے استخفاف واستہزا کی مزید غلطی نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اس بارے میں اقوال شاذہ کو لیکر مسلم فیملی لاز کی روح کو خوش کرنا چاہیئے، اور تین طلاق سے مغلظہ عورتوں کو جو صحابہ، تابعین اور ائمہ فقہاء کی اکثریت کے نزدیک قطعی حرام ہو جاتی ہیں، بدستور ان کے طلاق دینے والوں کے پاس قانوناً ٹھہرا کر حرامکاری کا "شرعی جواز" ڈھونڈنا چاہیئے۔ اور منصوبہ بندی کے طفیل بن باپ کے بچوں کی تعداد میں جو کسر رہ جانے کا اندیشہ ہے اسے یوں پورا کرنا چاہیئے۔ ناقل) فکر ونظر جلد ۲ ش ، ص ۲۲۶

۲۲- بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث | بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا وارث نہ ہونا اگرچہ اس کے خلاف پوری امت میں سے کسی کا معتدبہ قول منقول نہیں، مگر چونکہ یہ بھی علم نہیں کہ "اس اجماع" کا اعلان

الف - کب اور کس جگہ کیا گیا تھا، اور بعض لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قرآن وحدیث کی کس "نص" سے مستنبط ہے۔ اس لئے یہ اجماع حجت نہیں، بلکہ اسے اسباب تحریف میں شمار کیا جائے گا۔ (اور فرض کیا جائیگا کہ اس مسئلہ کو اپنا کر امت "دینی تحریف" کا فریضہ انجام دیتی رہی، خیر امت اور امت وسط کا یہی مفہوم ہوگا۔ ناقل) فکر ونظر جلد ۳ ش ۴ ص ۳۰۹ - ۳۱۰

ب --- "واقعہ یہ ہے کہ ہمارا علم وتفقہ اپنی پوری بے مائیگی کے ساتھ اس علم وتفقہ کا پاسنگ بھی نہیں۔ جو ہمارے فقہاء کرام کا حصہ تھا، لیکن وہ حضرات بہرحال انسان تھے، فرشتے اور معصوم نہیں تھے۔ (پوری امت اور امت کے علماء وفقہاء گو فرشتے اور معصوم نہ تھے بلکہ انسان ہی تھے۔ تو ان کے اجماعی مسائل کے ٹھکرانے والوں کو وحی، ملکیت اور عصمت کا پروانہ کب سے مل گیا، چودہ سو سالہ کمروڑوں سلف صالحین کو غلط کار، نافہم، منشائے قرآن ونبوت تک رسائی سے محروم اور تحریف کے مجرم قرار دینے کی نسبت ہمارے سلئے "مجتہدان عصر حاضر" کو نادان فرض کر لینا کیا

مشکل ہے۔؟ ورنہ "ویتبع غیر سبیل المومنین" کا مصداق کیا ہوگا۔) فکر و نظر جلد ۳ ش ۴ ص ۳۱۱

ج۔ "فقہ کے حجت حرمان کا اصول الاقرب فالاقرب غلط ہے" ملخصاً۔ جلد ۳ ش ۴ ص ۳۱۲

ح۔ "یہ الاقرب فالاقرب کا اصول قرآنی آیت مما ترک الوالدان والاقربون سے مستنبط فرض کیا جاتا ہے۔ لیکن اول تو یہ استنباط صحیح نہیں۔ فقہاء کرام اول تو الاقربون کے مفہوم ہی کو نہیں سمجھ پائے، ثانیاً ہمارے فقہاء کرام نے یہ اصول تو مستنبط فرمالیا، لیکن اس میں انہوں نے کسی باقاعدگی کا لحاظ نہیں رکھا۔ جہاں جی چاہا اسے نافذ کر دیا، اور جہاں ان کا جی چاہا اسے نظر انداز کر دیا" (گویا اول تو یہ تمام فقہائے کرام استنباط صحیح کی نعمت سے بے بہرہ تھے، پھر اس کے مواضع استعمال سے بھی ناواقف، بلکہ اس کے نفاذ کا تمام قصہ صرف "جہاں جی چاہا" کے اصول پر مبنی ہے۔ معاذ اللہ۔ ناقل) جلد ۲ ش ۶ ص ۴۰۰

ک۔ "لہٰذا ہم نہایت دیانتداری کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں، کہ یتیم پوتے کی اپنے دادا سے محرومی کسی صحیح بنیاد پر مبنی نہیں" (ہمیں کسی کی "نہایت دیانتداری" پر بحث کا حق نہیں، البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی "نہایت دیانتداری" تو صرف پوتے کی میراث سے محرومی کو نہیں بلکہ پورے اسلام ہی کو کسی صحیح بنیاد پر مبنی "تسلیم نہیں کرتی، بلکہ اسلام کے تمام مجموعہ کو قرون وسطیٰ کی پیداوار تصور کرتی ہے، بعض کی "نہایت دیانتداری" پورے اسلام کو عجمی سازش کہتی ہے، جن میں خود مقالہ نگار بھی شامل ہیں، اب کس کس کی "نہایت دیانتداری" پر اعتماد کر لیا جائے، کیا ابلیس کی "نہایت دیانتداری" کی منطق ہی نے ہمیں سب سے پہلے دھوکا نہیں دیا تھا۔؟ وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین، فدلہما بغرور) فکر و نظر جلد ۳ ش ۶ ص ۴۱۷

۲۳۔ مسئلہ غلامی "اور (جو کچھ تعدد ازدواج کے اقتباس الف میں بیان ہوا)، یہی غلامی کے مسئلہ میں بھی ہوا، جسے قانونی سطح پر تو برداشت کر لیا گیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک ایسا اخلاقی محرک بھی عمل میں لایا گیا کہ اس کی وجہ سے یہ ختم ہو جاتی، اسلامی تاریخ نے اس مقصد کو بھی ناکام کر دیا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس کے تاریخی وجوہ تھے" (یہ وجوہ کچھ بھی ہوں لیکن ادارہ تحقیقات کے ڈاکٹروں نے تاریخ اسلام کے خلاف "قرآنی مقصد کو ناکام کر دینے کی" فرضی فرد جرم" تو مرتب کر ہی لی۔)

فکر و نظر جلد ۲ ش ۱ ص ۲۰

۲۴۔ غنا اور سماع (گانا بجانا) الف۔ غنا اور سماع۔ راگ گانے اور سننے کی شرعی حیثیت میں دو مسلک ہیں۔ ایک فقہا کا جو عموماً اسکی حرمت کے قائل ہیں۔ اور دوسرا محدثین کا جو اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اور اسباب کی تمام روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں" فکر و نظر جلد ۲ ش ۹ ص ۵۶۶

ب ۔ "سماع وغنا کے معاملہ میں فقہاء کی شدت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ایک زمانے میں مسلمانوں میں یہ چیزیں اس حد کو پہنچ گئیں کہ ان سے معاشرہ کی اخلاقی حالت دگرگوں ہوگئی، فقہاء کو "قانون ساز" کی حیثیت سے اس لہو ولعب کے افراط کا تدارک کرنا پڑا ان کے یہ فتاوٰی اسی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں:"

(کیا فقہاء کے اس فیصلہ کی کوئی بنیاد قرآن وسنت میں موجود نہ تھی ۔؟ یوں ہی "قانون سازی" کے شوق میں انہوں نے یہ "فتاوٰی" صادر فرما دیئے تھے ۔؟ اور کیا آپ کے معاشرہ میں لہو ولعب کے افراط سے معاشرہ کی اخلاقی حالت کچھ کم دگرگوں ہے، کیا مُغنیات ومعازف نے گھر گھر "ڈوم خانہ" بنا کر نہیں رکھ دیا۔؟ کیا پھر یہ فتاوٰی اسی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں ؟ کی الٹی منطق اپنے اندر کوئی جان رکھتی ہے ۔ ناقل) فکر ونظر جلد ۲ ش ۹ ص ۵،۵

۲۵ ۔ حدود اللہ | "حدود کی تفصیلات کا حکم اسلامی حکومت پر چھوڑ دیا گیا، شلاً شراب کی کونسی قسم حرام ہوگی، کتنی مقدار پینے پر کوئی انسان مجرم ہوگا، اور اس میں کوئی استثنار بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ یا شلاً چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کتنی مالیت پر جاری ہوگی۔ اور کس قسم کی چوری جرم قرار پائے گی۔ یہ سب حکومت کی ذمہ داری قرار دے دیا گیا، حدیث میں کچھ تعین کی گئی ہے۔ لیکن تفصیل ہمارے فقہاء نے کی۔" ملخصاً

(گویا اسلامی حدود فقہاء کی پیداوار ہیں، اور موجودہ دور کے نام نہاد فقہاء ان میں آزادانہ تبدیلیاں کر سکتے ہیں۔ ناقل) فکر ونظر جلد ۳ ش ۹ ص ۶۷۳

۲۶ ۔ تصویر اور فوٹو | "یہ غلط تصور کہ "اسلام کا مزاج تصویر اور مصوری کے خلاف ہے" ائمہ مجتہدین

الف ۔ کے نقطۂ نظر کو نظر انداز کر دینے سے پیدا ہوا۔ اس لئے ہمارے یہاں فوٹو کو حرام سمجھا جاتا ہے" ملخصاً

فکر ونظر جلد ش ۱۰ ص ۵۰

ب ۔ "حدیث شریف مذاہب اربعہ، اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اقوال سے صرف ایسی تصویر کی حرمت پر اجماع ثابت ہوتا ہے جس کا سایہ ہو، اگر سایہ نہ ہو تو جائز ہے۔ اور چونکہ فوٹو کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ بھی اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔ ("پدر نہ کرد پسر تمام خواہد کرد" ادارہ تحقیقات کی یہ تحقیقاتی مہم جاری رہی تو فقہا کے اقوال سے کیا قرآن مجید سے بھی ہر مورتی کا جواز ثابت کر لیا جائے گا، تصویر کے سایہ دار ہونے یا نہ ہونے کی یہ بحث بھی، یقین کرنا چاہیئے کہ عبوری قسم کی ہے۔ جہاں فقہاء کے اقوال سے ہر قسم کا سود جائز کر لیا جائے، وہاں تصویر اور فوٹو کا جواز تو یقیناً آسان چیز ہے۔) فکر ونظر جلد ا ش ۱۰ ص ۵۸

۲۵ ۔ نسل منصوبہ بندی | "امام غزالیؒ سے لیکر ابن عابدین تک تمام فقہا اور صوفیا اس کے جواز کے قائل

ہیں ۔ ہم نے اپنی طرف سے کچھ کہے بغیر ائمہ مجتہدین کے اقوال پیش کر دئیے ہیں ، جس سے شریعت حقہ کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے ۔ ملخصاً (واقعی بڑا احسان فرمایا کہ عزل کے بارے میں اور کچھ اسقاط کے بارے میں آپ نے اقوال نقل کر ڈالے اور بعض بعض ضرورتوں اور مجبوریوں کا ذکر بھی فرما ڈالا ، لیکن سوال یہ ہے ، کہ ۲۹ کروڑ روپیہ صرف کرنے اور مردوں کے ٹیکے لگا لگا کر انہیں ناقابل اولاد کر دینے پر ڈاکٹر اور نامرد ہونے والے دونوں کو بیس بیس روپیہ انعام دینے ، اور مستورات کے مختلف قسم کے " غیر فطری " عمل سے رحم کا منہ بند کر دینے اور بر سر عام اسے ایک مہم کی حیثیت سے اسے پھیلانے ، اور قومی ذرائع کافی نہ ہوں تو اس کے لئے غیر ملکی امداد طلب کرنے کی تصریح بھی کتابوں کے کسی گوشے سے ڈھونڈ نکالی ہوتی ، یا ہم توقع رکھیں کہ یہ کام " اسلام کے آئندہ اڈیشن " میں سرانجام پائے گا ۔ ؟ اور کہیں سے یہ عبارت بھی نکال لی ہوتی کہ منصوبہ بندی کی اس " مقدس تحریک " سے پیدا ہونے والے " بن باپ کے معصوم بچوں " کیلئے تربیت گاہیں کھولنے کا منصوبہ بھی عین اسلامی مزاج رہے ۔ ناقل) فکر و نظر جلد ۲ ش ۵ - ۶ ص ۳۴۴

۹ ۔ پھر بھی دعویٰ ہے کہ مسلمان ہیں ہم

ادارۂ تحقیقات اسلامیہ کے ملحدانہ نظریات اور بعض صریح کفریات کی کچھ مثالیں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں ، ہمیں ان پر قطعاً حیرت نہیں ، اس لئے کہ ادارہ کے " رجال کار " جس ذہنی فضاء ، آغوش تربیت اور فیضان نظر سے پروان چڑھے ہیں ۔ فطرتاً ان چیزوں کے علاوہ کی توقع اس سے کہاں کی جا سکتی تھی ، لیکن بایں ہمہ ان کا دعوائے اسلام ہمارے لئے سامانِ صد حیرت ہے ۔ ہم یہ سمجھنے سے معذور ہیں ، کہ جس دین کا ماضی ان کے بقول اس قدر تاریک اور عبرتناک ہے ، اس کے نام کے استعمال کا تکلف کیوں فرمایا جاتا ہے ۔ گویا ادارہ تحقیقات اور اس کے ارباب " فکر و نظر " کا اسلام بھی بی تمیزہ کا وضو ہے ۔ کہ عقل الٰہی کو عام انسانی بصیرت کی سطح پر لاؤ ، لیکن اسلام میں فرق نہیں آئے گا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریح اور قانون سازی کے مقام سے معزول کرو ، وہ تب بھی باقی رہے گا ، قرآن و سنت کے فیصلوں پر " وقتی اور ہنگامی " منطق کے رندے چلاؤ ، نصوص کا مذاق اڑاؤ ، جس حکم کو چاہو منسوخ کر ڈالو ، اور شوق سے مسلمان کہلاؤ ، مغربی مفکرین کے کہنے پر اسلام کی تعبیر بدل ڈالو ، کتاب خداوندی کو الٹ معنی پہناؤ ، اسلام کے ہر مسئلہ کو استشراقی دوربین سے دیکھو لیکن اسلام پھر اسلام رہے گا ۔ " روایتی " ، " اساطیری " ، " قدامت پرستی " ، " روایت پسندی " قسم کی تہذیب " سلوٰتیں " اسلام کو سناؤ ، تمام اسلامی عقاید کو " خوش اعتقادی " ، " توہم پرستی " اور عیسائیت سے درآمد قرار دو مگر یہ یقین

بھی رکھو کہ اسلام محفوظ رہے گا ــــــ امت مسلمہ کی پوری تاریخ پر طعنہ زنی کرو، امت کے اعمال، امت کے عقائد، اور امت کے اجماعی فیصلوں کو ایک ایک کرکے جھٹلاتے رہو، اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی قانون مرتب کرنے کا اعلان بھی کرتے جاؤ، امت مسلمہ کے محدثین پر معاصرانہ واقعات کو ذات نبوی سے خواہ مخواہ منسوب کرڈالنے کی تہمت تراشی کرو، اور ان پہ تاریخ سازی کا الزام لگاؤ، فقہائے امت پہ ذاتی آراء یہودی روایات، بازنطینی نظام، اور ایرانی معاملات کو شریعت بنا دینے کا بہتان باندھو، امام شافعیؒ سے لیکر مجدد الف ثانی تک تمام مشاہیر اسلام پر انسانیت سے روگردانی اور اسلام پہ ظلم کا الزام لگاؤ، لیکن فرض کرو کہ اسلام کا بال بیکا نہ ہوگا، دین اسلام کے ایک ایک شعبہ کو قرون وسطیٰ کی پیداوار اور عہد وسطیٰ کے فقہاء کی رنگ آمیزی ثابت کرو، لیکن مجال نہیں کہ اسلام ٹوٹ جائے۔ حدود اللہ کا انکار کرو، زکوٰۃ کو ٹیکس بتلاؤ، سود اور شراب کی حلت کے فتوے صادر کرو، اور ارشادات نبوت کو اٹکل بے جوڑ، اور مصنوعی بتلاؤ، لیکن فرض کرو کہ اسلام بدستور رہے گا، گویا ع رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

ادارۂ تحقیقات کی "تحقیق منطق" کو اگر ایک لمحہ کیلئے تسلیم کرلیا جائے، تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ اسلام ہر اعتبار سے صفر ہے۔ معاذ اللہ، موجودہ دور کے لئے خدا اور رسول کا کوئی قطعی حکم نہیں، جسے من وعن سر آنکھوں پر رکھا جائے، اسلامی ذخیرہ میں کوئی عقیدہ اور عمل ایسا نہیں جسے قطعی اور یقینی کہا جاسکے، بلکہ کل اسلامی سرمایہ ظنون واوہام کا ڈھیر ہے، جسے موجودہ دور کے متجددین چھان پھٹک کر اس میں سے اپنے حسب حال کچھ اجزاء کا انتخاب کرلیں گے، اور ان پر نئے جزئیات کی عمارت استوار کی جائے گی، یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جس پر لسان الحکمت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل تنقید فرمائی ہے۔

بالجملہ درد ست ما ہیچ چیز از شریعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از نوع اول نباشد، و امت بظنون خود ہا عمل کند، و ثبوت عمل بہ مظنون در جزئیات شریعت ثابت نیست الا باجماع طبقۂ اولیٰ، پس آں نیز متحقق نباشد، پس بعکس الیوم مکلف بحکم شرعی نیست۔

لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین علی ہذہ العقیدۃ الباطلۃ۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۱۰۲ طبع جدید)

حاصل یہ کہ اس صورت میں ہمارے ہاتھ میں شریعت محمدیہ کی نوع اول (یعنی علوم یقینیہ) کی کوئی چیز نہیں رہتی، اور امت اپنے ظنون پہ عمل پیرا رہے گی، اور جزئیات شرعیہ میں ظن پر عمل کرنا بھی طبقۂ اولیٰ کے اجماع سے ہی ثابت ہے، جب اجماع ثابت نہ ہوا تو یہ بھی ثابت نہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوگا، کہ آج کوئی شخص بھی کسی شرعی حکم کا مکلف نہیں ہے ... اس عقیدہ باطلہ پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت۔

۱۰ــ حرفِ آخر

آخر میں ایک تلخ حقیقت کا اظہار ضروری ہے، وہ یہ کہ ادارۂ تحقیقات کے مفکرین نے کئی جگہ یہ دھمکی بھی دی ہے، کہ اگر قرآن وسنت اور دین وشریعت میں تغیر وتبدل کی اجازت نہ دی گئی، تو اسلامی حکومتیں ترکی کی طرح مذہب کو قانونی حیثیت سے تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گی، اور ہم اسلام کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ (ملاحظہ ہو فکر ونظر ج ۲ ش ۴ ص ۲۳۵) و دیگر مقامات۔
ہمیں یہ کہنے کی اجازت دیجئے، کہ اگر آپ نے شریعت مطہرہ کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے اور قرآن وسنت کے نصوص قطعیہ کو تبدیل کر دینے ہی کا فیصلہ کر لیا ہے تو اطمینان رکھئے، آپ کو لامذہبیت کے باقاعدہ اعلان کے تکلف کی کچھ حاجت نہیں، اس نظریہ کو اپنا لینے کے بعد بغیر کسی قسم کا اعلان کئے آپ کو وہ نعمت مل جاتی ہے، جس کے آپ دل وزبان سے خواستگار ہیں، پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ اسلام کو ایسے خود غرض، مفاد پسند اور مطلب پرستوں کی ضرورت بھی کہاں ہے، جو محض اس بنیاد پر ترکِ مذہب کے لئے بے چین ہو جاتے ہوں، کہ مذہب ان کی خود روی اور خود رائی پر قدغن کیوں لگاتا ہے۔ البتہ ہم اتنا ضرور عرض کریں گے، اگر تم اسلام کا نام باقی رکھ کر اسلام کے مفہوم اور اسکی صحیح تعلیمات کو بدل ڈالو گے، تو اپنی ذات اور اسلام دونوں پر ظلم کرو گے، اور اگر ترکِ مذہب کا راستہ اختیار کرو گے تو اس ظلم کا تعلق تنہا تمہاری ذات سے ہوگا، ہمارے خیال میں آپ کیلئے دوہرے ظلم کی نسبت اکہرے ظلم کا برداشت کر لینا آسان ہوگا۔

حاصل یہ کہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ کی موجودہ روش ان الفاظ کی مصداق ہے، جو لسان الحکمت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "زنادقہ جاہلیت" کے بارے میں لکھے ہیں:

"والزنادقۃ یجعلون علی اعینھم الابتر لا یستطیعون التحقیق التام الذی قصدہ صاحب الملۃ ولا یقلدونہ ولا یسلمونہ فیما اخبر۔ فھم فی ریبھم یترددون علی خوف من ملتھم، والناس ینکرون علیھم دیرونھم خارجین من الدین، خالعین ربقۃ الملۃ عن اعناقھم، واذا کان الامر علی ما ذکرنا من الانکار وقبح الحال نغرو جھھم لایغنر (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ ص ۱۲۵ - منیریہ)

ترجمہ:- اور زندیق لوگ قطرۃ "فہم ناقص" رکھتے ہیں۔ وہ اس امر کی پوری تحقیق نہیں کر پاتے جو صاحبِ ملت کا مقصود ہوتا ہے، نہ وہ صاحبِ ملت کی تقلید کرتے ہیں، نہ ان امور کو تسلیم کرتے ہیں جن کی خبر

صاحب ملت نے دی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے شکوک وشبہات میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ وہ اپنے ماحول کے لوگوں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ (اس لئے کھل کر انکار دین کی جرأت نہیں کرتے) اور لوگ ان کو برا جانتے ہیں۔ اور دین سے خارج سمجھتے ہیں، اور جانتے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے مذہب کا جُوا اپنی گردن سے اتار پھینکا ہے، اور جب ان کے انکار، اور بدحالی کا معاملہ اس نقطہ پر پہنچا ہوا ہے، جو ہم نے بیان کیا، تو ان لوگوں کا دین سے خارج ہو جانا قطعاً معروف ہیں۔ یہ عبارت ہر دور کے ملحدین اور زندیقوں کے طرز عمل، طرز تحقیق، طرز فکر اور انداز اصلاح پر بہترین تبصرہ ہے ۔۔۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ آئینہ میں ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ارباب فکرونظر کی اصل شکل وصورت پوری طرح عکس پذیر ہے ۔۔۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ ادارہ اپنی اور اپنے اوارق احباب کی بدترین شکل اس آئینے میں دیکھ کر اصلاح کی کوئی فکر کرے گا۔؟ یا سیاہ فام حبشی کیطرح اس آئینے ہی کو پھینک ڈالنے پر قناعت کرے گا۔ حق تعالٰے اسلام کو تمام فتنوں سے محفوظ رکھے ۔۔۔۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔۔۔۔

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ
مولانا سمیع الحق صاحب

قربانی اور مسائل عید قربان

قربانی اور قرآن قربانی اسلام کی ہتم بالشان عبادت ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگتا ہے۔ کہ قرآن مجید میں کئی مرتبہ (آٹھ سورتوں میں) خداوند کریم نے قربانی اور متعلقات قربانی، اس کی اہمیت اور اس کی حکمت اور فلسفہ مختلف امتوں میں اس کی شکل وصورت پر روشنی ڈالی ہے۔ اور امّۃ مسلمہ ملت ابراہیمی کے لئے اسے دینی شعار اور امتیازی نشان قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَہُمْ مِنْ بَہِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ۔ اور ہم نے ہر امت کیلئے قربانی مقرر کی، تاکہ وہ اللہ کے دیئے گئے مویشیوں پر اس کا نام بلند کریں۔

جیسا کہ خود آیت سے واضح ہے۔ یہاں منسک سے مراد ذبح کرنا (قربانی دینا) ہے۔ محققین اور تمام اکابر محقق مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے۔ (قرطبی مراح لبنوی۔ فتح القدیر شوکانی وغیرہ)

قربانی کی حکمت اور فوائد کے بارہ میں ارشاد ربّانی ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُہَا وَلَا دِمَاؤُہَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کا گوشت پوست اور خون نہیں پہنچتا۔ مگر اس کے ہاں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

سورۂ کوثر میں واضح اور قطعی حکم ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ (کوثر پ ۳۰) اپنے رب کیلئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

قربانی اور حدیث ۱۔ عن ابن عمرؓ قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔ (مسند امام احمدؒ۔ ترمذی) ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مدینہ میں رہے اور برابر قربانی کرتے رہے۔

۲۔۔۔حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ عید قربان کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اونٹ یا کسی دوسرے جانور کی قربانی کرتے۔ (مسند احمد و نسائی)

۳۔۔۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور اقدسؐ نے مدینہ میں دو گندم گوں رنگ کے مینڈھے قربانی کئے۔ (بخاری نیز کتاب اختلاف الحدیث للشافعیؒ علی الام ج ، ص۲۵۰)

۴۔۔۔بخاری شریف میں ہے کہ حضورؐ نے ازواج مطہراتؓ کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔

۵۔۔۔حضورؐ نے فرمایا کہ ہر صاحب وسعت پر سال بھر میں ایک قربانی واجب ہے۔ (ابن ماجہ ص۲۳۳)

۶۔۔۔حضورؐ نے فرمایا جس شخص نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ دی، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (بخاری، ابن ماجہ، مستدرک)

۷۔۔۔حضور اکرمؐ سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں۔؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت (یادگار) ہے۔ (مشکوٰۃ ابن ماجہ وغیرہ)

۸۔۔۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ عید قربان کے دن ابن آدم کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کے سینگ، بال، سم تک اعمال حسنہ کو بھاری کر دیں گے۔ اس کے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتے ہیں۔۔۔ تو طیب نفس (دل کی خوشی) سے قربانی کرتے رہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۹۔۔۔حضورؐ نے فرمایا اس کے ہر بال کے بدلے تمہارے لئے نیکی ہے۔ (احمد ابن ماجہ)

سبحان اللہ کیا ٹھکانا ہے رحمت خداوندی کا، کہ اتنی بڑی دولت میسر ہو اور پھر بھی مسلمان کوتاہی کرے۔ مومن کی شان تو یہ ہے۔ کہ قربانی اگر اس پر واجب نہ بھی ہو تب بھی ثواب اور نیکیوں کا یہ خزانہ ہاتھ سے نہ جانے دے۔۔۔

شرائط وجوب قربانی | قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں:۔۔۔

۱۔ اسلام (غیر مسلم پر واجب نہیں) ۲۔۔۔ اقامت۔ (مسافر پر واجب نہیں)

۳۔۔۔حریت یعنی آزاد ہونا (غلام پر واجب نہیں) اس کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورتوں پر بھی واجب ہے۔ نابالغ پر نہ خود واجب ہے، نہ اسکی طرف سے اسکے ولی پر واجب ہے۔۔۔ کذا فی ظاہر الروایۃ وبہ الفتویٰ۔ ۴۔۔۔ تونگری، یعنی جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو، اس پر عید کے دن صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔ چاہے وہ مال تجارت ہو یا نہ ہو۔ اور چاہے اس پر سال پورا گذر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔ (بہشتی زیور)

قربانی کے جانور | اونٹ، گائے، بکری کے تمام انواع (نر، مادہ، خصی، غیر خصی) کی قربانی ہو سکتی ہے بھینس گائے میں شمار ہے۔ اور بھیڑ یا دنبہ بکری میں۔ گائے، بھینس، اونٹ ان سب میں سات آدمی بھی شرکت کر سکتے ہیں۔ جب کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اگر کسی گائے میں سات یا اس سے کم آدمی شریک ہوئے تو سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ یا زیادہ ہوئے تو سب کی قربانی نہ ہو گی ـــــ

جانور کی عمر | اونٹ پانچ سال کا گائے بھینس دو سال کی، بکری ایک سال کی۔ اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں اگر دنبہ یا بھیڑ اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو چھ مہینے کے عمر والے کی بھی قربانی درست ہے ـــــ

کانے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اگر ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا۔ یا تہائی یا اس سے زیادہ دم کٹ گئی۔ (یہ پیدائشی نہ ہوں) تو قربانی درست نہیں۔ اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو، یا ایسا لنگڑا جو تین پاؤں سے چل سکتا ہے، چوتھا پاؤں نہیں رکھ سکتا یا اس سے چل نہیں سکتا اس کی قربانی درست نہیں۔ جس کے سارے یا آدھے سے زیادہ دانت نہ ہوں۔ اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں، یا ٹوٹ گئے ہوں۔ مگر جڑیں سالم نہ ہوں یا خصی ہو اس کی قربانی درست ہے ـــــ

خنثیٰ جانور جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو یا جس کی ٹانگ کٹی ہو اسکی قربانی جائز نہیں ـــــ اگر جانور خریدنے کے بعد ایسا کوئی عیب پیدا ہو تو اس کے بدلے دوسرا خریدے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر واجب نہ ہو تو اس کے واسطے درست ہے کہ وہی قربانی کر دے۔

قربانی کے اوقات

● ـــــ قربانی کا وقت بقر عید کے ۱۰ تاریخ کے طلوع صبح صادق سے بارھویں کے غروب آفتاب تک ہے۔ پہلا دن دسویں ذالحجہ سب سے افضل ہے۔ پھر گیارھویں پھر بارھویں کا درجہ ہے۔

● ـــــ بقر عید کی نماز سے پہلے قربانی درست نہیں۔ ہاں دیہات یا قصبوں والے جہاں نماز عید نہ ہوتی ہو، نماز فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔

● ـــــ رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں، شاید اندھیرے میں کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

● ـــــ اگر بارھویں کے غروب سے پہلے مقیم ہوا یا تو انگر ہوا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

● ــــ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا اولیٰ ہے، ورنہ کسی اور سے بھی جائز ہے۔

● ــــ قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹا کر پہلے یہ دعا پڑھے: انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اللھم منک ولک۔ پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراھیم علیہما السلام۔

● ــــ زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، دل کا ارادہ بھی کافی ہے۔

● ــــ اگر قربانی واجب ہو اور قربانی کے دن بغیر قربانی کے گذر جائیں تو بعد میں بھیڑ یا بکری کی قیمت دے دی جائے۔ اور اگر جانور خرید لیا گیا ہو تو بعینہ وہی خیرات کر دیا جائے۔

گوشت اور کھال

● ــــ قربانی دینے والا قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے، اور اپنے خویش واقارب، غنی و فقرا سب کو دے سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے، کہ کم از کم تہائی حصہ خیرات کر دے۔ اس سے کمی نہ کرے۔

● ــــ اگر سات آدمی قربانی میں شریک ہوں تو گوشت اندازے سے نہ بانٹیں، بلکہ صحیح تول کر تقسیم کر دیں، ورنہ گناہ ہوگا۔

● ــــ قربانی کی کھال یا اس کی قیمت خیرات کر دیں۔ اور ان لوگوں کو دیں جو زکوٰۃ وصدقہ فطر کے مستحق ہیں ــــ قیمت میں جو پیسے ملیں وہی خیرات کر دیں۔ اگر تبدیل کر کے دئیے تو بری بات ہے۔ مگر ادا ہو جاویں گے ــ

● ــــ کھال کو اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے۔ مثلاً اس سے رسی بنوائی یا چھلنی یا ڈول یا جائے نماز بنوائی ــــ (بہشتی زیور)

● ــــ گوشت یا چربی یا چمڑا، قصائی یا کسی اور کو تنخواہ یا مزدوری میں دینے کا حکم نہیں۔

● ــــ قربانی کی رسی جھول وغیرہ بھی خیرات کرنی چاہیئے۔

● ــــ اگر اپنی خوشی سے کسی مردہ کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کی جائے تو اس قربانی کے گوشت میں سے کھانا یا کھلانا اور بانٹنا سب درست ہے جسطرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔ (بہشتی زیور)

تکبیرات تشریق | نویں ذالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک شہری مقیم کو ہر نماز پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے، اگر زیادہ کہے تو افضل

ہے، اسے تکبیرِ تشریق کہتے ہیں، جو یہ ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

عید کی سُنتیں حجامت بنوانا۔ غسل کرنا، اچھے سے اچھا لباس جو میسر ہو پہننا۔ سرمہ لگانا۔ میسر ہو تو خوشبو لگانا۔ اس عید میں نمازِ عید سے پہلے کچھ نہ کھانا بلکہ افضل یہ ہے، کہ واپس آکر قربانی کرے، اس کا گوشت کھائے۔ اس عید میں عیدگاہ جاتے ہوئے باآواز بلند یہ تکبیر پڑھے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ عیدگاہ میں وقت سے پہلے جانا اور شروع صفوں میں بیٹھنے کی کوشش کرنا عیدگاہ سے واپسی پر جس راستے سے گیا تھا اس کی بجائے دوسرے راستے سے واپس آنا بھی سنت ہے۔

نمازِ عید کی نیّت دو رکعت نماز عید الاضحیٰ مع چھ تکبیرات واجب کے۔ بندگی اللہ تعالیٰ کی منہ قبلہ شریف کیطرف، پیچھے اس امام کے ــــ

پہلی رکعت ثناء کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے امام صاحب تین بار اللہ اکبر کہیں گے۔ مقتدی بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں پہلی دو بار تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں اور حسب معمول امام صاحب کے ساتھ رکعت پوری کریں۔ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قراءت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین بار تکبیرات کہیں گے۔ حسب سابق اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دیں۔ چوتھی بار اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں۔

خطبہ نمازِ عید کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کا سننا واجب ہے۔ کچھ لوگ خطبہ ختم ہونے سے پہلے عیدگاہ سے چلے جاتے ہیں۔ خواہ خطیب کی آواز سنائی دے یا نہ دے خطبہ ختم ہونے تک اپنی جگہ نہ چھوڑیں ــــ

معاصر برہان دہلی کا تبصرہ

"دارالعلوم حقانیہ جو مغربی پاکستان کی شمال مغربی سرحد کی مشہور دینی درسگاہ ہے الحق اس کا ماہنامہ ہے اور مدرسہ کے بانی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی نگرانی اور سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ رسالہ علمی بھی ہے اور دینی بھی۔ مضامین میں خاص تنوع ہوتا ہے۔ عہد جدید کے جو فکری فتنے ہیں، ان سے متعلق بھی تنقیدی مضامین ہوتے ہیں۔ ادبی چاشنی کی بھی کمی نہیں ہوتی۔ ابھی گذشتہ ماہ سے رسالہ کے نظام میں چند خوشگوار تبدیلیاں ہوئی ہیں، جن کے باعث صوری اور معنوی اعتبار سے اس کا معیار بلند تر ہو گیا ہے، عربی مدارس کے اساتذہ اور طلباء کے لئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لئے عموماً اس کا مطالعہ مفید اور معلومات افزا ہوگا۔"

(مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدیر برہان وصدر شعبہ علوم مذہبی علی گڑھ یونیورسٹی)

۱۹۲۸ء

بآستانۂ نبوتِ کبریٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم کی ایک درد انگیز نظم حضرت مرحوم کے تعارفی نوٹ کے ساتھ

کبھی کبھی رات کی تاریکی میں جہاز کی آخری بالائی سطح پر تنہا چلا جاتا، سامنے سمندر کا پانی اور جگمگاتے تاروں سے بھرے ہوئے آسمان کا سناٹے کے اس عجیب وغریب وقت میں نظارہ، جہاز بڑھتا جا رہا تھا، اس خطۂ پاک سرزمین کی طرف بڑھتا جا رہا تھا، دل کی گہرائیوں سے جس کے متعلق رہ رہ کر آواز آتی تھی ـ

خرما شہرے کہ تو باشی دراں ــــ اے خنک شہرے کہ تو باشی دراں
وائے امروزم خوشا فردائے من ــــ مسکن یارست شہر شاہ من (اقبالؒ)

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کا یاد دلایا ہوا "پیغام" دماغ کی سطح پر پہنچ کر مچلنے لگا۔ بے ساختہ زبان سے مصرعے نکلنے لگے، ابتداء تو مادری زبان اردو ہی سے شروع ہوئی، اس کے بعد فارسی مصرعوں کا زور بندھا، نیچے اتر آیا، روشنی میں قلمبند کرنے لگا، خاتمہ عربی کے چند مصرعوں پر ہوا۔
"عرضِ احسن" کے نام سے یہی نظم موسوم ہوئی اور پیش کرنے کے لئے "تحفۂ درویش" تیار ہو گیا۔
ــــ مسلمانانِ عالم کے حالِ زار کو ایک نظم کی صورت میں قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اس کی توفیق بھی اس کو میسر آئی، کہ جہاں عرض کرنا چاہتا تھا عرض کرنے کا موقع عطا فرمایا گیا ــــ

ــــ(مناظر احسن گیلانی)ــــ

ہر ایک سے ٹکرا کر ــ ہر شغل سے گھبرا کر ــ ہر فعل سے شرما کر ــ ہر کام سے بچتا کر
آمد بدرت بنگر

اے خاتمِ پیغمبر ــ یا قاسمِ کوثر ــ اے سرورِ ہر سرور ــ اے رہبرِ ہر رہبر
اے آنکہ توئی افسر ــ ہر کہتر و ہر مہتر ــ فی المبدء والمحشر ــ اے ہستی تو محور
للاکبر و الاصغر ــ اے طلعتِ تو مظہر ــ للاول والآخر ــ اے رحم جہاں پرور
آقائے کرم گستر ــ آمد بدرت بنگر

امروز چہ جہانے   ناکارہ و نادانے   آلودۂ عصیانے   آغشتہ دامانے

بازیچۂ شیطانے   از کردہ پشیمانے

آمد بدرت بنگر   نے مونس و نے یاور

نے ساز نہ سامانے   نے علم نہ عرفانے   نے دین نہ ایمانے   نے فضل نہ احسانے

از خانۂ ویرانے   وز کلبۂ احزانے   وز مجلس و زندانے   ناشکری و کفرانے

آمد بدرت بنگر   کاالعائر[1] والمضطر

یا چاک گریبانے   با سینۂ بریانے   با دیدۂ گریانے   با اشک فراوانے

با نالۂ و فغانے   با شورش پنہانے   با دانش حیرانے   با عقل پریشانے

در صورت عطشانے   در گریہ درمانے   خواہد ز تو فرمانے   پروانۂ غفرانے

آمد بدرت بنگر   البائس والمعتر

شاہا تو بمن منگر   بر رحمت خود بنگر   انصاف تو کن آخر   غیر از تو مرا دیگر

من ناظر والناصر   والشافع و مستغفر

تو بخشش[2] رحمانی   تو سایۂ یزدانی   تو شاہد ربانی   تو جلوۂ سبحانی

تو مرکز اعیانی   تو جوہر فروانی   تو مبدء اکوانی   تو مقصد امکانی

تو مرجع و پایانی   تو جانی و جانانی   ہم روحی و روحانی   تو زبدۂ انسانی

تو نیر فارانی   تو ذرّہ عدنانی

تو مہبط قرآنی

تو خاتم ادیانی   ہاں دینی و ایمانی

اے آنکہ تو درمانی   ہر رنج و پریشانی   بنگر کہ مسلمانی   تورانی و ایرانی

ہم ہندی و افغانی   ہم مصری و سودانی   از نزعۂ شیطانی   وز جذبۂ حیوانی

وز دانش نفسانی   وز شورش عمرانی   یونانی[3] و رومانی   افرنجی و برطانی

---

[1] مانند حیران اور سراسیمہ و پریشان کے ۱۲   [2] حقیقت محمدیہ کے نزول و ظہور کے مدارج کا اظہار ایک خاص ترتیب سے ان مصرعوں میں کیا گیا ہے۔ ۱۲   [3] موجودہ زمانے کے تمام فتنوں کا سرچشمہ، مغرب کا شیطانی اور جاہلی حیوانی و نفسانی تمدن ہے۔ اور اس تمدن کی بنیاد روم و یونان کے قدیم تمدن پر قائم ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۱۲

در سکرت و حیرانی   در لطمۂ نادانی

در ورطۂ ظلمانی

در فتنہ و طغیانی   فی البغی و عدوانی

اں دست دعا رکشاہ   از ذروۂ او ادنیٰ[1]   و رتبۂ ما ادحیٰ[2]   اے مرضی تو ترضیٰ[3]

اے ملت تو بعیناء   فالّیل[4] لعتہ یغشیٰ   والکفر[5] تہ استعلیٰ   ذا امتک[6] الضعفیٰ

فی سیطرۃ[7] الاعداء   ان سہمک[8] لایطغیٰ

و رمیک[9] لایخطیٰ

واللہ[10] ھو الاعلیٰ   والحق[11] فلا یُعلیٰ

(الفرقان ۱۳۶۹ھ)

---

۱ او ادنیٰ سورۃ النجم کی آیت ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔

۲ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ۔ (یعنی جب او ادنیٰ کے مقام تک عروج ہوا تو اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو کچھ بھی وحی کی) یہ بھی اسی سورۃ النجم کی آیت ہے۔ ۱۲

۳ سورۃ والضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد الٰہی ہوا ہے کہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اتنا دے کہ تو راضی ہو جائے) بلاشبہ اس آیت میں بڑی بشارتیں پنہاں ہیں۔ العالمین کی رحمت کی رضامندی کے حدود کو سوچئے اور سر دھنیئے۔ ۱۲

۴ بس رات چھا گئی   ۵ اور کفر اونچا ہو گیا   ۶ یہ آپ کی کمزور ناتواں امت ہے۔ ۱۲

۷ دشمنوں کے قابو میں ہے۔   ۸ آپ کا تیر نشانہ سے ہٹ نہیں سکتا۔   ۹ اور آپ کے نشانہ کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔   ۱۰ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔   ۱۱ اور حق پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

مقالہ ۲ پر تنقید

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ۔ماموں کانجن ضلع لائل پور
رکن اعزازی الحق

عمر احمد عثمانی کی تحریفات کا اجمالی جائزہ

تعدد ازدواج اور اسلام

مندرجہ ذیل اقتباسات "تعدد ازدواج اور اسلام" سے ملفوظ لئے گئے ہیں، جو فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۲-۱۱ اور جلد ۲ ش ۱ میں شامل ہے ——— تنقید عنوانات یا حواشی کی صورت میں کی گئی ہے۔ (ادارہ)

تمام مدافعین اسلام کی سادہ لوحی (اور حماقت) | یورپ کے مستشرقین نے اس بات کو سامنے رکھ کر کہ اسلام تعدد ازدواج کا حامی ہے، اسلام کے خلاف زہریلا پروپگنڈہ کرنے کیلئے اب تک ہزارہا صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ دوسری طرف اسلام کیطرف سے مدافعت کرنے والوں نے بھی اپنی سادہ لوحی سے اس "غلط تہمت"* کو قبول کر کے ان کے جوابات کے سلسلہ میں کچھ کم صفحات سیاہ نہیں کئے ——— ان مدافعت فرمانے والوں کا انداز بالکل ایسا ہی ہے، جیسے اپنے دامن پر کچھ ناخوشگوار دھبے دیکھ کر دل ہی دل میں شرمسار ہے ہوں۔ (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۱ ص ۱۳)

اسلام کی نظر میں تعدد ازدواج بہرحال ایک ناقابل حمایت برائی ہے | "اسلام نے جن حالات میں تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے، اس کی حیثیت قطعاً ایسی ہی ہے جیساکہ ہم کسی بڑی برائی سے بچنے کے لئے بعض اوقات کسی چھوٹی برائی کو اختیار کر لیتے اور اسکی اجازت دے دیتے ہیں لیکن اس

---

* لیکن معاف کیجئے یہ غلط تہمت آپ کے ڈاکٹر فضل الرحمان کے بقول "قرآن کی قانونی سطح" اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ نے لگائی۔ (ملاحظہ ہو فکر و نظر جلد ۴ ش ۱)

اجازت سے قطعاً یہ نہیں سمجھا جاتا کہ ہم اس برائی کی حمایت کر رہے ہیں۔ برائی بہرحال برائی ہی رہتی ہے۔ اور ہر صورت میں ناقابلِ حمایت (ایضاً ص ۱۴۲)

انبیاء علیہم السلام اسی برائی پر عمل پیرا رہے	"کہا جاتا ہے کہ تعدد ازدواج انبیاء علیہم السلام اور

اسلاف کی سنت رہی ہے۔ جہاں تک انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے، تو ضروری نہیں کہ انہوں نے جو کام کئے ہوں، وہ سب کے سب ہمارے لئے بھی سنت کا درجہ رکھتے ہوں۔ (ایضاً)

صدیقین، شہداء، اور صالحین کا یہ متواتر عمل بدنظمی ضرورت سے ہوگا	"رہ گئے ہمارے اسلاف و اکابر تو ان تمام حضرات کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں ان حالات کا جائزہ

بھی لینا چاہیئے، جن میں انہوں نے تعدد ازدواج پر عمل فرمایا تھا۔ اگر انہوں نے واقعۃً کسی بڑی برائی سے بچنے کیلئے یا کسی بلند تر مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اس کو اختیار فرمایا تھا، تو ضروری نہیں کہ ہم بھی ان کی پیروی کریں الا یہ کہ ہم بھی انہیں جیسے حالات سے دوچار نہ ہو گئے ہوں۔ (ایضاً)

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا عمل متواتر سنت نہیں	"پھر سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ کیا خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہؓ و تابعین نے یا

ہمارے اسلاف و اکابر نے کبھی بھی تعدد ازدواج کو سنتِ نبوی قرار دیا ہے، اور اسکی لوگوں کو ترغیب دی ہے، یا اس پر کسی ثواب کا وعدہ کیا ہے۔؟ اگر ایسا نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے تو آج ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم ان حضرات کے علی الرغم اسے سنت قرار دیں۔ (ایضاً)

ان حضرات کا یہ عمل متواتر قانونِ فطرت کے خلاف تھا	"اگر وحدتِ ازدواج قانونِ فطرت نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ قدرت کو کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی تھی کہ

آدم کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں پیدا کر دی جاتیں، اور اسطرح نسلِ انسانی کو جلد از جلد بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع مہیا کر دئے جاتے۔ لیکن اسوقت بھی جبکہ ضرورت تھی، قدرت نے ایسا کوئی

۱؎ لیکن اس "بہرحال ناقابلِ حمایت برائی" کے خلاف امت اور امت کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیوں آواز نہ اٹھائی۔؟ اور اس "ناقابلِ حمایت برائی" کا انکشاف "اپوا کی بیگمات" کی پیدائش کے بعد یکایک کیسے ہو گیا، قرآن کی وہ کونسی نئی آیت نازل ہو گئی جسکی روشنی میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو، محض فرضی ضرورت کی آڑ میں، مسلسل عمل قبیح پر عمل پیرا قرار دیا گیا۔ ۲؎ اگر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا۔ بلانکیر۔ عملِ متواتر بھی سنت نہیں ہوتا۔ تو اسلام میں "سنتِ نبوی" کا وجود ہی کہنا چاہئے کہ سرے سے نہیں ہے۔

انتظام نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قانونِ فطرت یہی ہے۔ کہ مرد کیلئے ایک ہی بیوی ہونی چاہیئے۔

ان حضرات کا یہ عملِ متواتر قانونِ قدرت کے بھی خلاف تھا	"علاوہ ازیں قرآنِ کریم کے مطالعہ سے یہ بات بھی نہایت فصاحت سے معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ

قانونِ قدرت بھی یہی ہے، کہ ایک نر کیلئے ایک مادہ ہو۔ قدرت نے انسانوں کو اسی انداز سے پیدا کیا ہے۔ (چند آیات نقل کرنے کے بعد) لہٰذا جب قانونِ قدرت یہی ہے، کہ وہ ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کرتا ہے، ایک نر اور ایک مادہ۔ نباتات۔ حیوانات اور انسانوں میں سب میں یہی قانون کارفرما اور بقائے نسل کیلئے وہ اسی کو کافی سمجھتا ہے۔ چنانچہ طوفانِ نوح کے سلسلہ میں اس نے ہر چیز کا ایک ایک جوڑا رکھنا ہی کافی سمجھا تھا۔ تو ایک مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کا ہونا قانونِ قدرت کے بھی خلاف ہے۔ (ص ۲۲)

ان حضرات کا یہ عملِ متواتر "الطیبات للطیبین" کے فطری اصول کی ضد تھا	(سورۂ نور کی آیت الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔ الآیۃ۔ ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔)

یہاں بھی جمع کے صیغے کو جمع کیلئے ثابت کیا گیا ہے، جیسا کہ اضافت جمع بسوئے جمع کے سلسلہ میں ہم پہلے بتا چکے ہیں، ایسی صورتوں میں جمع کے ہر فرد کیلئے دوسری جمع کا ایک ایک فرد مراد ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی اصول کے ماتحت ہر خبیث عورت کے لئے ایک ایک مرد اور ہر خبیث مرد کیلئے ایک ایک خبیث عورت مراد ہے۔ جیسا کہ ہر پاکیزہ[۱] مرد کے لئے ایک ایک پاکیزہ عورت اور ہر پاکیزہ عورت کے لیئے ایک ایک پاکیزہ مرد ہو سکتا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک پاکیزہ مرد

---

[۱] مقالہ نگار "پاکستان کی عائلی شریعت" کا تقدس ثابت کرنے کیلئے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے عملِ متواتر پر قانونِ لغت، قانونِ فطرت اور قانونِ قدرت (اور نہ معلوم کس کس قانون) کی مخالفت کا فتویٰ صادر فرمائیں، یہ بہرحال ان کے "حقِ نمک" کا تقاضا ہے، اور اس حق ادائی میں وہ "تکریناً" معذور ہیں، لیکن اتنے حواس باختہ تو انہیں نہیں ہونا چاہیئے، کہ جس ذاتِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں الطیبات للطیبین کی آیت نازل ہوئی تھی، انہیں کے بارے میں یہ دعویٰ کریں کہ یہ آیت ان پر صادق نہیں آسکتی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات امہات المومنینؓ بھی (جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) اس آیت کا مصداق نہیں، تو فرمائیے کہ یہ اصول آخر کس پر منطبق ہوگا۔

٭٭٭

کیلئے چار چار پاکیزہ عورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا ایک خبیث مرد کیلئے چار چار خبیث عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔

امت کے تمام مفسرین اور مجتہدین نے تعدد ازدواج کی آیت کے مفہوم میں ٹھوکر کھائی جس سے بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں	"لیکن ہمارے مفسرین و مترجمین نے اس آیت کا وہ مطلب نہیں لیا جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے بڑی پیچیدگیاں[1] پیدا ہو گئی ہیں، یہاں نمونے کے

طور پر ہم مولانا ابو الکلام آزاد کا ترجمہ اور تفسیر نقل کرتے ہیں۔ باقی تمام مفسرین و مترجمین نے بھی اسی اندازہ کے ترجمہ اور تفسیریں فرمائی ہیں۔ مولانا آزاد اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔ (ایضاً ص ۳۰)

ان حضرات نے قرآنی عبارت کو بالکل الٹ اور "من مانے" معنیٰ پہنا دیئے۔	"ہم ان تراجم و تفاسیر کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ مولانا آزاد نے جو فرمایا ہے۔ اور بین القوسین[2]

جس قدر عبارتیں اپنی طرف سے بڑھائی ہیں، وہ ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے، جس نے عبارت قرآنی کو ایسے معنی پہنا دیئے ہیں جو اصل عبارت کے بالکل ہی الٹ ہیں۔ (ایضاً ص ۳۳)

ان حضرات نے جس اصول شکنی کا ارتکاب کیا، اصل قصور اس کا ہے۔	"واقعہ یہ ہے، کہ اس میں نہ مولانا ابو الکلام آزاد کا کوئی قصور ہے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کا اور نہ دیگر مفسرین و مترجمین کا

قصور اس اصول شکنی کا ہے، جو اس سلسلہ میں سرزد ہو گئی ہے۔ (ایضاً ۳۴)

---

[1] جی ہاں تمام صحابہ، تابعین اور مفسرین کی تفسیر سے تو "بڑی پیچیدگیاں" پیدا ہو گئیں۔ (ان میں سب سے بڑی پیچیدگی تو یہی ہے، کہ اس سے عائلی قوانین کی دفعہ ۶ کا لغو، بیچ اور مہمل ہونا لازم آتا ہے۔) لیکن مقالہ نگار کی "ایرجنسی تفسیر" سے تمام عقدے حل ہو گئے، پچودہ طبق روشن ہو گئے، انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام تک کا عمل "بہرحال ایک ناقابل حمایت برائی" قرار پایا۔

[2] مولانا آزاد مرحوم اور دوسرے تمام مفسرین نے بین القوسین چند توضیحی الفاظ بڑھا دیئے۔ تو یہ حضرات "قرآنی عبارت میں بالکل الٹ اور من مانے معنیٰ پہنانے" کی وجہ سے گردن زدنی قرار پائے، لیکن مقالہ نگار نے قوسین کی قید سے آزاد ہو کر تین چار صفحے آیت کی فرضی مراد واضح کرنے کیلئے سیاہ کر دیئے، اور "فاضل و فقیہ" کے خطاب کے مستحق ہو گئے۔

[3] جی ہاں، ان بیچاروں (تمام مفسرین) کو معاذ اللہ اتنی بصیرت اور عقل کہاں نصیب تھی، کہ قرآن کی شرح و تفسیر میں کسی اصول کی پابندی کا لحاظ رکھتے، اور تمام انبیاء و اولیا کے عمل متواتر کو "عمل بد" قرار دینے کی ہمت کرتے۔ یہ تمام چیزیں مقالہ نگار کی فضلیت و فقاہت ہی کو نصیب ہیں۔

تمام مفسرین نے صحابہؓ و تابعین کے الفاظ کو خود ساختہ معنی پہنا دیئے	"اس سلسلہ میں دشواری یہ ہے، کہ ہم دلیل میں الفاظ تو حضرات صحابہؓ اور تابعین کے پیش کرتے ہیں۔ اور ان کو معنی وہ پہنا

دیتے ہیں جو ہم نے خود اپنے ہاں متعین کر رکھے ہیں، حالانکہ ہمیں ان حضرات کے الفاظ کا وہی مفہوم لینا چاہیئے جس میں وہ حضرات خود ان الفاظ کو استعمال کرنے کے عادی تھے نہ اپنا خود ساختہ مفہوم۔ (ایضاً ۳۰)

شان نزول کی حدیث کو سامنے مفسرین نے آیت کے ترجمہ وتفسیر میں تصرفات کئے	"اس تمہید کے بعد آیئے اس حدیث پر غور کریں جو آیت زیر بحث کے شان نزول کے سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے

اور جس کی بنیاد پر آیت کا ترجمہ اور اسکی تفسیر میں وہ تصرفات کئے گئے ہیں، جو آپ پہلے دیکھ چکے ہیں۔ (ایضاً ص ۳۸)

اسلام میں "مقالہ نگار" کے "خود ساختہ اصول" کو اہمیت ہے، لیکن صحابہؓ، تابعین، اور تمام فقہا کی شخصیت، انکی سمجھ بوجھ، اور ان کے عمل متواترہ کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔۔۔	"اس سلسلہ میں ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے، کہ اگر بات یہی ہے، جو تم بیان کر رہے ہو تو پھر چودہ سو سال سے مسلمانوں میں تعدد ازدواج کا رواج کیوں چلا آرہا ہے۔ تم سے پہلے بڑے بڑے جید علماء اور بڑے

بڑے مقتدر فقہاء کرام گذر چکے ہیں۔ ان کی سمجھ میں بات کیوں نہیں آئی جو تم کہہ رہے ہو اور انہوں نے عام حالات میں مسلمانوں کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے سے کیوں نہیں روکا۔ بلکہ تاریخ تو ہمیں بتاتی ہے کہ وہ خود بھی تعدد ازدواج پر عمل کرتے رہے ہیں۔ کیا اتنے بڑے بڑے اکابر ایک غلط اور ناجائز کام کرتے رہے۔ اس کا ایک جواب تو اصولی ہے، اور وہ یہ کہ اسلام میں اہمیت اصول اور قانون کو ہے۔ شخصیتوں کو نہیں ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ قرآن وسنت سے ہمیں کیا ہدایات ملتی ہیں۔ اور ان پر ہی ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔ اگر کسی شخصیت کا عمل قرآن وسنت کی ہدایات کے خلاف نظر آتا ہے تو تاویل یا توجیہہ قرآن وسنت میں نہیں کی جانی چاہیئے بلکہ اس شخصیت کے عمل میں کی جانی چاہیئے۔۔۔۔۔

(فکر و نظر جلد ۲ ش ۱ ص ۴۷)

امت کے چودہ سو سالہ عمل کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہہ ممکن ہے، کہ اسلام کی چودہ صدیاں ہنگامی حالات سے دوچار رہیں	"ویسے ہمیں یقین ہے کہ ان حضرات کا عمل قرآن کریم اور سنت نبویؐ کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر ہم اس سلسلہ میں یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ انہیں

ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی سخت ضرورت لاحق تھی تو دوسری طرف ہم ان کے سلسلہ میں یہ بات بھی تو ثابت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے بغیر جائز ضرورت ہی کے ایک سے زیادہ بیویاں رکھ چھوڑی

تھیں۔ قرآن وسنت کی وہ تمام ہدایات جو آج ہمارے سامنے ہیں، یقیناً ان کے سامنے بھی تھیں بلکہ سچ تو یہ ہے، کہ یہ تمام ہدایات ہم تک انہی حضرات سے پہنچی ہیں۔ اگر ہم ان کے خلاف کسی سوءظنی میں مبتلا نہیں ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ ان تمام ہدایات کو جانتے ہوئے خود ان کے خلاف عمل کرتے ہوں، حسن ظن کا تقاضا تو یہ ہے، کہ ہم یہ بات تسلیم کریں کہ یقیناً ان کے دور میں اسلامی معاشرہ عمومی طور پر یا خود ان کے اپنے ذاتی اور خاندانی حالات، خصوصی طور پر اس امر کے متقاضی ہوں گے کہ وہ اس ہنگامی یا خصوصی ہدایت پر عمل پیرا ہوں۔ (ایضاً ص ۴۷)

لے ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ نکلا، کہ امت مسلمہ کا موقف یہ ہے کہ اسلام میں "ایمرجنسی" کی شرائط کے بغیر بھی تعددِ ازدواج کی (چار تک) اجازت ہے۔ اور مقالہ نگار اور ان کے موکلین کا موقف یہ ہے، کہ اسلام کی نظر میں یہ بہرحال ایک ناقابل حمایت "برائی" ہے۔ جسے خصوصی حالات اور ہنگامی صورت میں جائز قرار دیا گیا ہوگا۔ لیکن اسلامی تاریخ میں ایک لمحہ کیلئے نہ یہ شرط کبھی غائب ہوئی، نہ عدم جواز کا سوال کبھی زیر بحث آیا، نتیجہ کے طور پر اسی موقف کو تسلیم کرلینا ان کو بھی ناگزیر ہوا جسکی امت مسلمہ قائل چلی آئی ہے، اب ہم یہ فیصلہ عقلاء پر چھوڑتے ہیں کہ ان دونوں میں کون سا موقف حق بجانب ہے ۔۔۔۔۔۔

مولانا شیر علی شاہ صاحب مدرس دار العلوم حقانیہ
زائر بلاد مقدسہ

حضرت ابراہیمؑ پیکرِ صبر و تسلیم

ایثار و قربانی اور رضا و تسلیم کے تابندہ نقوش

ایک مضمون جو حضرت ابراہیمؑ کی بستی "خلیل الرحمان" میں لکھا گیا

بیت المقدس سے ۴۲ کیلومیٹر قبلہ کی طرف (جانب جنوب) ایک تاریخی بستی خلیل الرحمان میں ۲۱ شوال ۸۷ ۱۳ ھ کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں کہ یہ بستی سرزمین عرب میں بہت پرانی اور قدیم بستی ہے۔ آج سے تقریباً ساڑھے چار ہزار سال قبل یہاں صرف ایک گھر تھا جس میں ایک عمر رسیدہ انسان اپنی دو بیویوں کے ساتھ زندگی کے لیل و نہار اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گذار رہا تھا، وہ بھیڑ بکریوں کے دودھ اور پہاڑوں کے خود رو انگور و انجیر اور دیگر قدرتی پھل غذائی ضروریات کے لئے کام میں لاتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے یہ معمر آدمی اپنے گھر سے کچھ سامانِ سفر نکال کر باہر اونٹنی پر لادنے لگا۔ اور ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر کیلئے تیار ہونے کا حکم دینے لگا اور دوسری کو کہا کہ تم گھر بار کا خیال رکھنا، میں ایک لمبے سفر پر جا رہا ہوں، ایک عورت کی بغل میں ایک چھوٹا سا بچہ ہے، وہ بچے کو پیار کر رہی ہے اور خون کے آنسو رو رہی ہے۔ دوسری عورت بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ سفر کی تیاری میں ہے اور اپنے شوہر کیساتھ سامانِ سفر اونٹنی پر لاد رہی ہے —— بعض کہتے ہیں کہ اونٹنی نہیں تھی خود اپنے کاندھوں پر اسباب سفر اٹھا کر اس بستی سے روانہ ہوئے —— ایک سو بیس برس کی یہ مقدس شخصیت نبیوں کے امام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ اور جو اپنے شوہر کی اعانت کرتی ہے، وہ ام المومنین حضرت ہاجرہؓ لاڈلے بچے کی ماں ہے اور جس کی بغل میں بچہ ہے جس کو چومتی ہے، سینہ سے لگاتی ہے وہ ام المومنین حضرت سارہؓ ہیں۔ اور یہ بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بستی خلیل الرحمن کی بستی ہے جو اب پر رونق شہر بن گیا ہے۔ جہاں کے پہاڑ انگور، انجیر، آلوچہ، آلو بخارا اور دیگر پھلوں کے درختوں سے

سرسبز و شاداب ہیں، جہاں اب بھی بہ نسبت دیگر شہروں کے اسلامی شعائر اور احکام دین کی پابندی سے تعمیل کی جاتی ہے، جہاں نہ کوئی مسیحی رہ سکتا ہے اور نہ یہودی نہ یہاں سینما ہے اور نہ کلب۔ صرف قدس میں مسیحیوں کے دو سو مدارس ہیں جن میں مسلمانوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بے شمار گرجے، دیر، کلیسائیں ہیں ــــ یہ آرمینیوں کا دیر ہے اور یہ سریانیوں کا اور عبرانیوں کا، اور مسیحی گرجے تو بیشمار ہیں ــــ عزیزیہ جہاں حضرت عزیر علیہ السلام کا روضہ ہے اس چھوٹے سے قصبے میں تین گرجے اور عیسائی مشن کے کئی مدرسے ہیں۔ اریحا جہاں سے موسیٰؑ کا روضہ اور قریٰ لوطؑ قریب ہیں وہاں بھی متعدد گرجے اور عیسائی مشن کے مدرسے ہیں۔ مگر آپ اس تاریخی مقدس بستی میں نہ عیسائی دیکھنے میں آتے ہیں اور نہ عیسائی مشن کا مدرسہ، نہ سینما ہے اور نہ دیگر غیر شرعی امور نظر آئیں گے۔ عرب اگرچہ خوش خلق ہیں مگر بستی خلیل کے باشندوں کی طرح نیک اور متقی میں نے نہیں دیکھے ــــ تو حضرت سارہؓ اس لئے رو رہی تھیں کہ ان سے اپنی رفیقہ ہاجرہؓ ہجرت اور سفر پہ روانہ ہو رہی تھیں اور ان کو لاڈلے بچے کی داغِ مفارقت رولا رہی تھی ــــ حضرت ہاجرہؓ اس لئے اشکبار تھیں کہ وہ اپنی مہربان رفیقہ حضرت سارہؓ سے جدا ہو رہی تھیں ــــ یہ غلط ہے کہ حضرت سارہؓ نے اپنے شوہر حضرت ابراہیمؑ کو حضرت ہاجرہؓ اور ان کے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر سے نکالنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ تو ان دونوں کی جدائی پر اشکبار آنکھوں سے رو رہی تھیں، معصوم بچہ تو حضرت سارہؓ کیلئے سرور و اور اطمینانِ قلب کا باعث تھا۔ اس گھرانے میں تو صرف یہی بچہ تھا جو ان کو محبوب تھا۔ اس سے پہلے کبھی بھی انہوں نے اس گھرانے میں بچے کی آواز تک نہ سنی تھی۔ ابراہیمؑ کو اللہ کیطرف سے وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس بستی سے جنوب کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سارہؓ محبت و شفقت سے بھری ہوئی آنکھوں کو آنسوؤں سے صاف کر رہی تھیں اور اپنے پیارے شوہر کی پیرانہ سالی کی حالت میں سفر اور حضرت ہاجرہؓ اور لاڈلے بچے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ ان کو الوداع کرنے کیلئے سامنے پہاڑی تک چلی گئیں جس کی چوٹی سے جانبِ جنوب کا راستہ دور تک نظر آ رہا ہے، اور وہاں اس وقت تک کھڑی رہی جب تک وہ جاتے ہوئے دکھائی دیتے رہے۔ حضرت سارہؓ انکی سلامتی و حفاظت کیلئے دعائیں مانگ رہی تھیں، وہ پہاڑوں کے اس تاریک ماحول میں اکیلی رہ گئی تھیں۔ ان کو اپنا فکر نہیں تھا بلکہ اپنے عمر رسیدہ شوہر، لاڈلے بچے اور اپنی رفیقہ کا فکر دامن گیر تھا کہ اب وہ کہاں پہنچے ہوں گے۔ تمام راستہ پہاڑی ہے، ہزاروں میل تک انسانی آبادی کا نام و نشان نہیں، پہاڑوں میں راستہ معلوم کرنا بہت دشوار کام ہے اور جبکہ اس سے پہلے کوئی انسان اس راستہ پر گیا ہی نہ ہو ــــ درندوں کی آوازیں آ رہی

ہیں ، راستہ میں زادِ راہ ختم ہو جائے تو پھر کیا ہوگا ۔ ؟ یہ تمام تفکرات حضرت سارہؓ کو تنہائی کے عالم میں مغموم کر رہے تھے ـــــ معلوم نہیں حضرت ابراہیم اپنی بیوی ہاجرہؓ اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ہمراہ پہاڑوں ، وادیوں اور لق و دق بیابانوں میں کتنے دن سفر کرتے رہے ۔

خلیل الرحمٰنؑ سے مکہ معظمہ دو ہزار کیلو میٹر کے قریب ہے ۔ اس وقت ایسی سڑکیں نہیں تھیں جو آجکل نظر آتی ہیں ، اور نہ اس قسم کی تیز رفتار بسوں اور کاروں کا انتظام تھا اور نہ راستے میں موجودہ بستیاں اور شہر آباد تھے ۔ ابراہیمؑ کے دل میں روحانی قوت تھی ، اطاعت و تعمیلِ حکم کا جذبہ تھا ، تسلیم و ایثار اور فرمانبرداری تھی ، جس کی بدولت پہاڑوں کے سینوں کو چیرتے ہوئے وہاں تک پہنچے جہاں خدا کی آخری وحی نازل ہوئی یا ابراهیم الی الترحال ههنا ـــــ ابراہیمؑ کو اس جگہ فروکش ہونے کا حکم ہوا جہاں اب کعبۃ اللہ ہے ۔ واذ بوأنا لابراهيم مكان البيت ۔ (الآیۃ) اور جب ٹھیک کر دی ہم نے ابراہیمؑ کو جگہ اس گھر کی (شیخ الہندؒ)

کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے کچھ پتھر جمع کئے ، ایک معمولی مکان بنایا ، جس میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ سورج کی تپش سے بچ سکے ۔ چھاگل میں تھوڑا سا پانی جو باقی رہ گیا تھا وہ حضرت ہاجرہؓ کے حوالے کر دیا اور جو کھجور بچے تھے وہ بھی دیدئے جو کچھ وقت تک کام دے سکتے تھے اور اپنے پیارے لختِ جگر کو الوداعی بوسہ دیتے ہوئے حضرت ہاجرہؓ سے رخصت ہوئے ـــــ کروڑوں درود و سلام ہوں اُن پر ـــــ

اللہ اللہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے احساسات ، حضرت ہاجرہؓ کے رنج و غم اور قلق و اضطراب کا کیا عالم ہوگا ـــــ ! ہاجرہؓ تو مطمئن تھیں کہ ان کا شوہر ان کے ساتھ ہے ـــــ عورت کا سہارا عالمِ اسباب میں شوہر ہی تو ہے ـــــ مگر اب شوہر ان کو تنہا اس چٹیل بے آب و گیاہ میدان اور سنسان صحرا میں چھوڑ کر لوٹ رہا تھا ۔ جہاں انسانی آبادی تو کیا پرند و چرند کا نام و نشان تک بھی نہ تھا ۔ پہاڑوں اور ریتلی زمین کے ناپید اکنار سلسلوں میں جب سینکڑوں میل تک پانی نہ ہو جاندار کیسے زندہ رہ سکتا ہے ۔ ابراہیمؑ نے جب اپنا رخ شمال کیطرف کیا اور بلادِ شام کو جانے والے راستہ پر روانہ ہوئے تو ہاجرہؓ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ مجھے اس معصوم بچے کے ساتھ اس ہولناک صحرا میں تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں ، کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں ۔ ؟ کیا مجھ سے آدابِ شوہری بجالانے میں کسی قسم کی کوتاہی سرزد ہوئی ہے ؟ حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی رفتار کو تیز کر دیا ۔ حضرت ہاجرہؓ نے اونچی آواز سے پوچھا کر بالآخر اتنا تو فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنیکا حکم فرمایا ہے یا آپ اپنی مرضی سے ہمکو یہاں چھوڑ رہے ہیں ۔ ؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے ـــــ اور

منشاء ایزدی کے تحت یہ کام ہو رہا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا ، اذاً لا یضیعنا اللہ ابداً ۔
اب تو مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محافظ و نگہبان ہیں وہ ہمیں یہاں کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔
کہتے ہیں جب حضرت ابراہیمؑ پہاڑی پر چڑھ کر شام کی طرف اتر رہے تھے تو پہاڑی کی چوٹی پر ٹھہر کر
شفقت پدری کے جذبہ سے اپنے لخت جگر اور اپنی بیوی پر آخری نگاہ ڈالی ، جہاں سے وہ ابراہیمؑ
کو دکھائی دیتے تھے ، ایسے سنگلاخ بے آب وگیاہ بیابان میں ایک مسافر عورت اور ایک معصوم بچہ
کیسے زندگی بسر کریں گے ، پانی اور کھجور کا معمولی توشہ کب تک کام دے گا ، درندوں اور موذی جانوروں
کا اگر اس جگہ سے گزر ہو تو بچاؤ کی کیا صورت ہو گی ، کیا میں دوبارہ اپنی بیوی اور بچّے کو زندہ حالت میں دیکھ
سکوں گا ؟ ـــ یہ تمام ایسے کربناک تصورات ہیں جو ایک حساس انسان کو بمقتضائے بشریت سامنے
آتے ہیں ۔ اور سب سے زیادہ احساس اس بات کا کہ جب خلیل الرحمٰن سے روانہ ہوئے تو بیوی اور
بچہ ساتھ ۔ اب جب واپس جا رہے ہیں تو نہ بیوی ساتھ ہے اور نہ بچّہ ۔ ایسے جانگداز وقت میں ابراہیمؑ نے
دعا کی ، ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ۔ (اے ہمارے رب میں نے
بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو ایک بن کھیتی میدان میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس) ـــ یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ شاید
ہی کوئی اور دعا ایسی قبول ہوئی ہو ـــ

آج دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں فرزندان ابراہیمی اس بیت خلیل کی زیارت
کیلئے دور و دراز سے آتے ہیں اور یہاں پروانوں کیطرح اس بقعۂ نور کے اردگرد طواف کرتے ہیں ، اور
سنن ابراہیمی کو تازہ کرتے ہیں ـــ ابراہیمؑ کا بلند پایہ صبر و استقلال اور تسلیم ہی تو ہے ، جس نے اس
عظیم ابتلاء میں انہیں کامیابی بخشی ـــ

ادھر حضرت ہاجرہؓ پر صرف وطن کی مہجوری اور تنہائی کا امتحان نہ تھا بلکہ آگے ایک دوسرا روح فرسا
امتحان ان پر آ گیا ۔ پانی کا معمولی ذخیرہ ختم ہوا ـــ گرمی کی شدّت اور پیاس کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا ۔
خاصکر وہ عورت جو مصر کے سرسبز و شاداب خطّہ میں پلی پھولی ہو اور دریائے نیل کے کنارے نشو ونما پا چکی
ہو اور پھر قریۂ خلیل کے سرد صحت افزا مقام میں رہ چکی ہو ـــ اور ایک بچّہ کیسے پیاس برداشت کر سکے ۔
ـــ بچہ انتہائی پیاس اور شدید گرمی کی وجہ سے ماہی بے آب کیطرح ریتلی زمین پر کروٹیں بدلنے لگا ۔ مامتا
اور شفقت سے بھری ماں بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ادھر ادھر نظر دوڑانے لگی تاکہ کہیں پانی کا سراغ
مل سکے ـــ چاروں طرف ریت ہی ریت پہاڑوں کے بغیر کچھ نظر نہیں آتا تھا ۔ اور یہ کتنی دلخراش بات ہے
کہ ایک والدہ اپنے بچّے کو پیاس کی وجہ سے زمین پر کروٹیں بدلتا ہوا دیکھے اور اس کا کوئی علاج اس کے

پاس نہ ہو، خویش واقارب کو تو چھوڑیئے وہاں بیگانے بھی نہ ہوں، اور ایک معصوم بچے کا معصوم جگر پیاس کی وجہ سے جل رہا ہو۔۔۔۔ نبوت و رسالت کی آغوش تربیت میں پلی ہوئی حضرت ہاجرہؓ صبر و استقلال سے کام لیکر سوچتی ہیں کہ سامنے پہاڑی پر چڑھ کر شاید پانی نظر آجائے یا کوئی انسان دکھائی دے جس سے پانی مانگ لے۔۔۔۔

یہ پہاڑی صفا کی پہاڑی ہے، اس پر چڑھ کر جب حضرت ہاجرہؓ نے ہر طرف نظر دوڑائی تو نہ کہیں تالاب نظر آیا اور نہ کوئی چشمہ یا کنواں اور نہ وہاں کوئی راہ گذر نظر آیا جس سے پانی طلب کرے۔۔۔ سامنے مروہ کی پہاڑی پر پانی نظر آیا، دوڑ کر وہاں چلی گئیں، دیکھا تو وہاں پانی نہیں، وہ سراب تھا جو نظر آیا۔ حضرت ہاجرہؓ سراب کے تصور سے بھی ناآشنا تھیں۔۔۔۔ مروہ کی چوٹی سے جب صفا کی چوٹی پر نظر پڑی تو پانی نظر آیا، واپس مروہ سے صفا کیطرف دوڑیں مگر پانی کہاں، یہ بھی سراب ہی تھا۔ اسی طرح پھر وہاں سے جب مروہ پر نظر پڑی تو پانی نظر آیا، ہاجرہؓ نے سمجھا شاید پہلے میں پانی کی جگہ تک غلطی کی وجہ سے نہیں پہنچ سکی، اب جاکر پوری تحقیق کروں گی۔ چنانچہ سات دفعہ آنا جانا ہوا۔۔۔ ویسے بھی تخیل اور تصور جب راسخ ہوجائے تو انسان کو خیالی صورت بھی نظر آنے لگتی ہے۔ جب باوجود اس تگ و دو کے پانی نہ ملا تو وہاں سے اتریں۔۔۔۔

صبر اور رضا برضائے مولیٰ ایسی نعمت ہے جو دنیوی اُخروی کامرانیوں کا سبب ہے۔ حضرت ہاجرہؓ کی تسلیم اور حکم خداوندی پر رضامندی خداوند ذوالجلال کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں پر صفا و مروہ کی سعی کو لازم قرار دیا گیا۔۔۔۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ (صفا مروہ خداوند قدوس کی نشانیاں ہیں۔ حاجی اور عمرہ کرنے والے پر ان میں سعی کرنی لازم ہے۔) اسی آیت سے قبل ارشاد ہے ؛ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔۔۔۔ شیخ الہند۔)

صبر کرنے والوں کا اجر و ثواب ذکر کرنے کے بعد صبر کے مواقع کا ایک نمونہ بیان کیا کہ حضرت ہاجرہؓ نے وطن سے ہجرت، راستہ کی تکالیف اور تنہائی کی حالت میں رہنے پر جو صبر کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دوڑ کو قبول فرما کر قیامت تک کیلئے اسے مسلمانوں پر لازم کردیا۔ تاکہ حضرت ہاجرہؓ کی سعی کی یاد تازہ رہے۔

آہ! سورج کی شعاعوں سے تپی ہوئی زمین پر دوڑ لگانا حضرت ہاجرہؓ کیلئے یقیناً تکلیف دہ ہوگا۔۔۔۔ وہ تعتدمہ بجلاؤ تو تحریری کے عالم میں اتریں، دل میں کبھی بچے کی موت کا وسوسہ آتا، کبھی

یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ قریب الموت ہو گا اور اگر کچھ وقت کیلئے زندہ بھی رہ جائے تو پیاس پانی کے سوا تو بجھے گی نہیں۔ پانی کہاں سے تلاش کروں، دل کو تسلّی دیتے ہوئے جب بچّہ کے نزدیک آئیں، تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک پانی کا چشمہ ہے جس کا پانی فوّارے کیطرح چل رہا ہے اور بچّہ اس پانی میں کھیل رہا ہے اور خوشحالی میں ہے۔ حضرت ہاجرہؓ کی خوشی اور مسرّت کا تصوّر کیجئے کہ اس مایوسی اور بے بسی کے عالم میں پانی کا چشمہ مل جانا ان کے لئے کتنی فرحت بخش نعمت ہوگی اور ان کا دل نعمت خداوندی کے احساس سے کتنا لبریز ہوا ہوگا ـــــ ہاجرہؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ زبان سے کئی دفعہ ادا کیا مگر تسلّی نہ ہوئی پھر سوچا کہ اس عظیم نعمت کے صلہ میں عظیم شکریہ ادا کرتی ہوں۔ وہ بے اختیار سجدہ میں گر پڑیں، ان کی مبارک پیشانی نیچے ایک پتھر سے ٹکرا گئی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا ـــــ طویل سجدہ کے بعد جب سجدہ سے سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ پتھر خون سے تر ہو گیا ہے اور ماتھے سے خون بہہ رہا ہے۔ فرمایا: یاسلام یا اللہ کم قاسیت وکم عافیت یا ابراھیم واللہ لاری ھذ الحجر لابراھیمؑ لیری ما عافیت وقاسیت۔ (ہائے رے تعجب یا اللہ میں نے کتنی مشقت اٹھائی اور کتنی بار عافیت پائی۔ میں اس پتھر کو محفوظ رکھ کر ابراہیمؑ کو دکھاؤں گی اگر وہ یہاں دوبارہ تشریف لے آئے۔)

پرندوں کو جب وہ پانی کا چشمہ نظر آنے لگا تو پانی پینے کیلئے وہاں جمع ہوئے، وحشی جانوروں کو بھی پرندوں کے اترنے سے اندازہ ہو گیا کہ یہاں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے جس کے لئے یہ پرندے جمع ہو رہے ہیں ـــــ ایک دفعہ حضرت ہاجرہؓ اپنے بچّے کو باہر چھوڑ کر پتھروں کے بنے ہوئے اس چھوٹے کمرہ میں چلی گئیں، تھوڑی دیر بعد جب کمرہ سے واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک شیر بچّے کے قریب بیٹھا ہے۔ یہ بھیانک منظر دیکھ کر وہ گھبرا گئیں کہ طرفۃ العین میں یہ درندہ جانور اس بچّے کو کھا جائے گا، مگر وہ دروازے میں کھڑی ہو کر کیا دیکھتی ہیں کہ شیر اسماعیلؑ کے پاؤں چوم رہا ہے۔ اور کبھی ان کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھتا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئیں ـــــ

رفتہ رفتہ وہ شیروں کے ساتھ عادی ہو گئے اور اسماعیل علیہ السلام شیروں کی آغوش میں پھلے پھولے۔

ـــــ اے الہ العالمین! یہ درندے اور حیوان لایعقل آپ کے پیارے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اس لئے آپ کی قدرت تامہ اور حکمت بالغہ نے یہاں ہمیشہ کیلئے جانوروں کا شکار حرام کر دیا ـــــ

چند دن بعد بنی جرہم کا ایک قبیلہ راستے سے گزر رہا تھا۔ پانی کی فراوانی دیکھ کر حضرت ہاجرہؓ سے اجازت مانگی کہ ہم یہاں فروکش ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بطیب خاطر ان کو اجازت دے دی، اور

ایک بستی آباد ہونے لگی ـــــــ

یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ مکہ سے واپس ہو کر دس سال رہے یا بارہ سال۔ بہر حال ایک دن حضرت سارہؓ نے ابراہیمؑ کو کہا کہ آپ اپنی بیوی اور بچے کی خبر تک نہیں لیتے۔ معلوم نہیں اب تک وہ اس صفحۂ ہستی پر موجود ہوں گے بھی یا نہیں ـــــــ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں حکمِ ربانی کا منتظر ہوں۔ ایک دن بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا کہ جہاں آپ نے اہلِ بیت کو چھوڑا ہے وہاں چلے جائیں ـــــــ ابراہیمؑ روانہ ہوئے، جب مکہ کی گھاٹیوں کو طے کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ کافی خیمے ہیں اور بہت سے انسان نظر آتے ہیں۔ سوچنے لگے جب میں یہاں آیا تھا تو یہ ایک سنسان بیابان تھا، اب تو یہاں انسانی آبادی نظر آ رہی ہے۔ کیا میں راستہ بھول گیا ہوں یا میرے بعد یہاں کچھ لوگ آباد ہو گئے ہیں ـــــــ ابراہیمؑ قریب آئے تو کسی سے پوچھا: شوانتو (سریانی زبان میں) تم کون ہو ـــــــ؟ احنا عرب من جرھم ہم بنی جرہم عرب ہیں ـــــــ ہمارے وطن کا تالاب ٹوٹ گیا ہے، ہمارے قبیلہ کے بعض آدمی عراق چلے گئے اور کچھ شام۔ ہم حجاز کو آئے تو یہاں پانی دیکھ کر سکونت پذیر ہو گئے۔ ابراہیمؑ نے دوبارہ پوچھا کہ یہاں ہاجرہؓ نام کی عورت اور اسماعیلؑ نام کا لڑکا موجود ہے؟ جرہمی نے جواب دیا کہ اسماعیلؑ کو تو ہمارے قبیلہ نے اپنا سردار منتخب کر لیا ہے، اور اسکی والدہ ہاجرہؓ تو ہماری روحانی والدہ ہے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا کہ ان کا گھر کہاں ہے، اس نے جواب دیا کہ ان کا گھر تو یہاں تمام گھروں میں نمایاں ہے وہ سفید گھر ان کا ہے ـــــــ ابراہیمؑ سے اتر کر اس گھر کیطرف آئے اور دروازے پر دستک دی حضرت ہاجرہؓ نے دروازہ کھولا، اپنے واجب الاحترام شوہر کو پہچان کر دست بوسی کی اور ازحد مسرت آمیز لہجے میں اھلاً و سھلاً کے کلمات کہے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اسماعیلؑ کہاں ہیں؟ بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کے لئے گئے ہیں ابھی آ جائیں گے۔ اتنے میں اسماعیلؑ آئے، وہ ایک معمر آدمی کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ مہمان ہے۔ مہمان سے علیک سلیک سے پہلے اپنی والدہ سے پوچھا: من ضیفنا اماہ ـــــــ کہ یہ کہاں کا رہنے والا مہمان ہے ـــــــ آپ نے مہمان کیلئے کھانا تیار کیا ہے یا نہیں، میں نے یہ ہرنی اور یہ خرگوش شکار کیا ہے یہ مہمان کے لئے پکا لیں۔ والدہ نے کہا کہ اس مہمان کو پہچان لو کہ یہ کون ہے۔ اسماعیلؑ نے کافی غور سے دیکھا مگر پہچان نہ سکے ـــــــ کمسن بچہ کیسے اپنے باپ کو پہچان سکتا ہے جب اس کا باپ دس بارہ سال کے بعد آئے اور بچہ جوان ہو چکا ہو ـــــــ

ابراہیمؑ نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا، انا ابوک ابراھیم ـ میں آپ کا والد ابراہیم ہوں ـ ـــــــ اللہ اللہ! باپ نے بیٹے کو گلے سے لگایا، زار و قطار روئے۔ ابراہیم جب اسماعیلؑ

اپنی والدہ کی آغوش میں چھوڑ گئے تھے تو اس وقت وہ کیسے یقین کر سکتے تھے کہ میں ایک دن ان کو دوبارہ زندہ دیکھ سکوں گا۔ مگر اب تو وہ ایک قبیلہ کا سردار بن گئے تھے۔ فللہ الحمد والمنہ۔

تینوں مسرور تھے اور آپس میں گزرے ہوئے واقعات دہرا رہے تھے۔ حضرت ہاجرہؓ نے اپنے خاوند حضرت ابراہیمؑ کو اپنی سرگزشت تفصیل سے بیان کرنا شروع کی اور جب پتھر سے زمین میں چشمہ پھوٹ آنے کا بتایا اور فرمایا کہ وہ پتھر میں نے سنبھال رکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا لاؤ وہ منگوا دیں۔ اسماعیلؑ وہ پتھر اٹھا لائے۔ ابراہیمؑ نے اس پتھر کو سرخ دیکھ کر اس پر اپنی آنکھیں رکھیں اور ایک طویل روحانی مراقبہ میں محو ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے کہ مجھے عالم روحانی میں اس پتھر سے چاروں طرف نورانی شعلے بھڑکتے ہوئے نظر آئے اور جہاں جہاں تک اس خون آلود پتھر کی روشنی پہنچی ان جگہوں کو میقات الحج مقرر کر دیا گیا —— مدینہ منورہ کی طرف یہ نورانی شعلے دیگر اطراف کی بہ نسبت زیادہ پھیلے اس لئے مدینہ منورہ کا میقات ابعد المواقیت ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ بیت المقدس کے رخ میں ہے۔ اور بیت المقدس انوار ربانی کا مرکز رہا ہے اور اب بھی یہاں انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے الشیء یجذب الشبہ —— ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلہ کی شعاعوں کو اپنی طرف کھینچا۔ اور یہ بات بھی تھی کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین دعوت ابراہیمی حبیب مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا نشیمن بننے والا تھا، اس لئے ان کی اولین نورانیت نے نورانیت کو کھینچا ——

پھر حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا کہ ایک دن شیر آکر اسماعیلؑ کے پاس بیٹھا، میں نے دیکھا تو ڈر گئی مگر وہ شیر اسکو چومتا اور پیار کرتا تھا۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ قیامت تک یہ زمین حرم ہے۔ یہاں کوئی بھی کسی جانور کو شکار نہیں کرے گا۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اس پتھر کو محفوظ رکھ دو۔ ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؓ نے ایک دوسرے کے حالات سن لئے اور ابراہیمؑ آرام فرمانے کے بعد اٹھے تو جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور فرمان خداوندی سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص و محبت اور آپ کی زوجہ کی تسلیم و صبر اور اسماعیلؑ کی معصومیت سے راضی ہو کر تمہارے نام زندہ رکھنے کے لئے یہاں ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ باپ بیٹے دونوں نے تعمیل حکم کی اور کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھنے لگے۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

(اور یاد کرو جب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اٹھاتے تھے بنیادیں خانہ کعبہ کی اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر یہ عمل بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔) ——